ماھنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۴	ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / اپریل ۲۰۰۷ء	جلد : ۱۵

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش............. سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ........................ سالانہ ۲۰ ڈالر
امریکہ...........................سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com
fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوار مدینہ 7914-2 مسلم کمرشل بنک

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 5330311 - 42 - 092
خانقاہ حامدیہ : 5330310 - 42 - 092
فون/فیکس : 7703662 - 42 - 092
رہائش ''بیت الحمد'' : 7726702 - 42 - 092
موبائل : 4249301 - 333 - 092

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۵
محمود احمد عباسی کی تاریخی بد دیانتی	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۹
شوہر سے متعلق عورتوں کی کوتاہیاں	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۳۵
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۴۰
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۵
اجماعِ اُمت اور قیاس شرعی کے منکر	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۴۹
یہودی خباثتیں	جناب عبداللہ التل صاحب	۵۴
دینی مسائل		۵۸
عالمی خبریں		۶۰
اخبار الجامعہ		۶۲
جامعہ مدنیہ جدید کا ماسٹر پلان		۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ ....ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ......................روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد !

ربیع الاوّل کے پہلے ہفتہ ایبٹ آباد کا ایک طالب علم میرے پاس آیا جو غالبًا جامعہ مدنیہ جدید میں بھی پڑھتا رہا ہے اور دو برس پہلے فارغ التحصیل ہو چکا ہے، میرا بھی شاگرد ہے۔ اپنے معاملات میں مشاورت بھی کرتا رہتا ہے۔ اِس بار اُس نے اپنی شادی کے معاملہ میں مجھ سے مشاورت کی اور کہا کہ میرے بھائی جو کہ عام کاروباری یا ملازمت پیشہ ہیں کسی مدرسہ کے پڑھے ہوئے بھی نہیں ہیں، یہ پُرزور خواہش رکھتے ہیں کہ میری شادی کسی مدرسہ کی پڑھی ہوئی عالمہ فاضلہ سے کرادیں اور مدرسہ کی فاضلات سے کمال درجہ حسن ظن کی بناء پر اُن کا مجھ پر خاصا دباؤ ہے مگر میں نے اُن کو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ میں ہرگز مدرسہ کی پڑھی ہوئی لڑکی سے شادی نہ کروں گا اِس لیے کہ وہ نافرمانی کرے گی اور صبح دس بجے تک پڑی سوتی رہے گی۔

دینی مدرسہ کے فاضل کی جانب سے دینی مدرسہ ہی کی فاضلہ سے اِس درجہ بے زاری حیرت کا باعث ہونے کے باوجود میرے لیے باعثِ حیرت نہ تھی اِسلیے کہ ملک میں جب سے لڑکیوں کی تعلیم کے دینی مدارس قائم ہوئے اور اُن میں اُن کو مکمل درسِ نظامی پڑھا کر فاضلات کی سندوں سے نوازا جانے لگا، تب سے اُن کے گھریلو روّیوں کے بارے میں عام طور سے افسوسناک باتیں سننے میں آنے لگیں۔ کام چوری، بے ڈھنگا پن، بڑوں حتّٰی کہ والدین کی نافرمانی، شوہروں سے مقابلہ اور منہ زوری عام طور پر اُن میں پائی جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی مدارس کی بعض بچیاں مثالی خاتون کی صورت میں سامنے آئی ہیں مگر ان کا تناسب جتنا ہونا چاہیے اُس سے بہت کم ہے جبکہ فاضلات کی اکثریت کا حال ایسا نہیں ہے۔

ایک برس پہلے ایک خاتون اپنی دیورانی کو لے کر ہمارے گھر آئیں اور کہنے لگیں کہ یہ لاہور کے .... کی فاضلہ ہے آپ اِس کو سمجھائیں اِس نے سب کا ناک میں دم کر رکھا ہے اور میرے دیور نے میری جان کھا رکھی ہے اِس لیے کہ اِس سے اُس کی شادی میں نے ہی یہ کہہ کر کرائی تھی کہ ماشاء اللہ عالمہ فاضلہ ہے بہت مبارک رہے گی، تیرے بھاگ جاگ جائیں گے مگر معاملہ اِس کے برخلاف نکلا۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں اِس کو طلاق دے دُوں گا۔ اُس لڑکی کے ماں باپ بھی اُس کو سمجھاتے ہیں مگر یہ اُلٹا اُن کو بھی جھڑک دیتی ہے اور کہتی ہے کہ میں دین پڑھی ہوئی ہوں، آپ سے بہتر جانتی ہوں۔

میرے ایک ہم سبق فاضل جامعہ نے مجھ کو خود بتلایا کہ ہمارے گھر میں فلاں کی شادی کے موقع پر گھر کے سب مردوں اور عورتوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اِس کی شادی عالمہ لڑکی سے نہیں کرانی حالانکہ اُن کے گھر کے سب افراد ماشاء اللہ حافظ اور عالم ہیں۔ چنانچہ اُس لڑکے کی شادی جو کہ میرا بھی شاگرد ہے ایک عام مذہبی گھرانے میں ہوئی۔ اِس نوعیت کے دسیوں واقعات آئے دن صرف میرے ہی نہیں بلکہ سب ہی لوگوں کے علم میں آتے ہیں حتّٰی کہ اکابرین بلکہ وفاق المدارس کے اکابرین کے علم میں بھی آتے ہیں اور اِس پر اُن کی طرف سے تشویش کا اظہار بھی ہوتا ہے اور اِن بچیوں کی اکثر ناکام شادیوں نے ملک بھر میں تشویشناک صورتِ حال پیدا کر دی ہے۔

اِس سب کچھ کے باوجود بھی وفاق المدارس اور دیگر اکابرین کی طرف سے ان اِداروں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرنا ناقابل فہم ہے۔ ہم نے اِس سے قبل بالواسطہ اور بلاواسطہ نجی مجلسوں اور بعض جلسوں میں بھی اِن تعلیمی اِداروں کے ذمّہ داروں کی توجہ اِن سنگین حالات کی طرف مبذول کرائی، مگر تاحال بے سود بلکہ اس کو ترقی دے کر نوبت یہاں تک پہنچا دی گئی ہے کہ بعض لڑکیوں کو اِفتاء کا کورس کروا کر مفتی بنایا جا رہا ہے جبکہ اِس حقیقت سے سب ہی واقف ہیں کہ عام طور پر شادی کے بعد بلکہ شادی سے پہلے ہی یہ لڑکیاں گھریلو معاملات اور بال بچوں میں پڑ کر سب بھول بھال جاتی ہیں۔ یہی حال عام طور پر ماسوائے چند کے قرآنِ پاک حفظ کرنے والی بچیوں کا بھی ہوتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ ہماری یہ گزارشات کسی کو ناگوارِ خاطر ہوں، مگر ہماری یہ تشویش خیر خواہی اور مخلصانہ جذبات پر مبنی ہے۔ خدانخواستہ ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اِن بچیوں کو دینی تعلیم بالکل نہ دی جائے یا اِن مدارس کو یکسر بند کردیا جائے بلکہ مقصد صرف اِتنا ہے کہ اِن مدارس کے ذمہ دار حضرات جن کی اکثریت اِس صورتِ حال سے خود بھی پریشان ہے، مل بیٹھ کر اِن پیش آمدہ منفی پہلوؤں پر بند باندھنے کی تدبیر کریں۔ بچیوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی انتظام کیا جائے اور اُن کو ''ضروریاتِ دین'' سے آگاہی پر اکتفاء کیا جائے۔

یہ حالات اُن مدرسوں کے ہیں جہاں بچیاں صرف تعلیمی اَوقات میں آتی ہیں اور باقی وقت گھر پر گزارتی ہیں۔ مگر جن مدارس میں بچیوں کا دن رات قیام رہتا ہے وہاں کے حالات تو بہت ہی ناگفتہ ہیں اور تمام ذمّہ داروں پر عیاں ہے ماسوائے چند مدارس کے اکثر جگہ اُن کی نگرانی و تربیت کے لیے با اعتماد اور دیانتدار عورتیں فراہم نہیں ہیں۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ بالغ عورت کے لیے سب سے بہتر جگہ اُس کے ماں باپ یا شوہر کا گھر ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ اِس حدیث شریف میں درج ہدایت کو پیشِ نظر رکھ کر علماء کرام ازسرِنو حالات کا جائزہ لے کر طریقہ کار کو وضع فرمائیں تاکہ حالات کی سنگینی کو ختم یا کم سے کم کیا جاسکے۔

ہمارے حقیر ذہن میں اور بھی تجویزیں ہیں، یہ تفصیل کا موقع نہیں ہے بوقت ضرورت اِن کو سامنے لا کر پیشِ خدمت کیا جاسکتا ہے، شاید قابل التفات ہو کر مفید ثابت ہو جائیں اور ہم سب کے لیے دُنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی فلاح اور ثواب کا ذریعہ بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم و عمل اور اخلاقی دولت سے سرفراز فرمائے، آمین۔

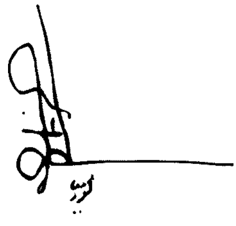

بولایی وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

فتنوں میں سمجھ دُرست نہیں رہتی۔ حضرت علیؓ کا موقف دُرست تھا
تمام بدری صحابہؓ اِن کے ساتھ تھے۔ حضرت طلحہؓ نے بالآخر اِن کے ہاتھ پر بیعت کی
حضرت زبیرؓ نے بھی رجوع کر لیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے بھی بعد میں عملاً وہی کیا
جو حضرت علیؓ فرماتے تھے۔ حضرت طلحہؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۵۲ سائیڈ بی (۱۹۸۵-۱۰-۱۱)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد !

حضرتِ حذیفہ رضی اللہ عنہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے رازداں کہلاتے تھے کیونکہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اِن سے بہت سی وہ باتیں کر لیا کرتے تھے جو کسی اور سے نہیں کرتے تھے۔ اِن کی عادت یہ تھی کہ وہ پوچھتے تھے ایسی چیزیں کہ جن کا تعلق فتنوں سے ہو، جن سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ اِن کو جواب دے کر بتا دیتے تھے۔ تو اِن کی معلومات جو تھیں وہ بھی خاص قسم کی معلومات تھیں کہ کیا کیا چیزیں ایسی پیش آنے والی ہیں کہ جن میں غلط رَوِی کا اندیشہ ہے، فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

''فتنہ'' کا لفظ جو ہے اُس کے معنٰی پرکھ کی چیز کے ہیں۔ اور فتنہ آزمائش کے معنٰی میں بھی آتا ہے

اور فتنہ کا معنٰی گمراہی بھی ہوتا ہے وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ اِن سے جہاد کرو حتّٰی کہ فتنہ نہ ہو، باطل نہ ہو یعنی کفر باقی نہ رہے۔ غلط رَوِی ختم ہو جائے اور کہیں آیا ہے تکلیف دینے کے معنٰی میں اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا جن لوگوں نے ایذاء رسانی کی ہے، تکلیف پہنچائی ہے مسلمانوں کو وہ مرد ہوں یا عورتیں پھر توبہ نہیں کی فَلَھُمْ عَذَابُ جَھَنَّمَ وَلَھُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ اور کہیں کہیں آیا ہے آزمائش کے معنٰی میں بھی اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بس وہ یہ کہہ دیں کہ ہم نے ایمان قبول کر لیا اور پھر آزمائش سے بچ جائیں، آزمائش بھی ہوگی۔ تو فتنہ کے معنٰی کئی ہیں۔ وہ اِس معنٰی میں پوچھا کرتے تھے کہ کیا کیا گمراہ کُن چیزیں ہیں فتنہ والی اور فتنہ جب ہوتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ اُس کی خرابی واضح ہو۔ اگر وہ واضح طرح سے خراب ہو تو پھر لوگ بچ جائیں گے، اُس میں وضاحت نہیں ہوتی ابہام ہوتا ہے۔ غور کرتا ہے آدمی تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے۔ اِس لیے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا کرتے تھے۔

فتنوں میں عقل صحیح کام نہیں کرتی :

تو فتنہ کے دَوران یوں سمجھ لیجیے کہ اِنسانوں کی جو عقلیں ہوتی ہیں وہ صحیح کام نہیں کرتیں، وہ چکرا جاتی ہیں کہ پتہ نہیں یہ صحیح ہے یا یہ صحیح ہے؟ اِس میں جو لوگ صحیح ہوتے ہیں یا صحیح رہتے ہیں اُن کی تعریف بعد میں کی جاتی ہے جب وہ دَور گزر چکا ہوتا ہے، اُس دَور میں بھی ضرور اُن کے ساتھ لوگ ہوتے ہیں۔ حق کا پہلو غالب تو ہوتا ہے لیکن دُوسری طرف کی بھی دلیلیں مضبوط ہوا کرتی ہیں، یہ نہیں کہ دلیل موجود ہی نہ ہو سرے سے۔

حضرت علیؓ کی برتری اور بالآخر باقیوں کا اُن کی طرف رجوع :

حضرتِ علیؓ کے ساتھ بدری صحابۂ کرامؓ کی بڑی تعداد میں تھی، بدری سب کے سب اِدھر تھے اور (حضرت علیؓ کی) خلافت منعقد ہوئی تھی مدینہ منورہ میں اور وہ دارُ الخلافہ تھا جہاں اُن سے پہلے تین خلیفوں کی خلافت منعقد ہوئی اور اُسے ہر جگہ تسلیم کیا گیا وہیں اِن کی بھی ہوئی ہے خلافت۔ اور رسول اللہ ﷺ سے قرابت اور جنتی ہونے کی بشارت اور اہل بدر میں تو کیا عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ سے کبھی جدا رہے ہی نہیں، بچپن ہی سے آپ کی تحویل میں آگئے تھے ایک طرح سے۔ سب سے پہلے نماز پڑھنے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ پر بچوں میں ایمان قبول کرنے والے حضرت علیؓ

ہیں۔ اَب اُن کا درجہ واضح ہے اور ان کے حق میں دلائل صاف موجود ہیں لیکن واقعہ ایک ایسا پیش آ گیا شہادتِ عثمانؓ کا، اور ماحول ایسا بن گیا مدینہ منورہ کا کہ اُس میں لوگ چکرا گئے۔ اور یہ نہیں کہ عوام بلکہ خواص، اور خواص بھی نہیں اخص الخواص بھی چکرا گئے، پریشان ہوگئے، ذہن نے صحیح کام نہیں کیا لیکن بعد کے زمانے میں یہی طے ہوا اور اُن لوگوں (مخالفینِ حضرت علیؓ) کے رجوع کرنے سے یہ بات صاف ہوگئی کہ جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے صحیح وہ ہی ہے لیکن بہت بعد میں۔

حضرت علیؓ کا موقف :

وہ فرماتے تھے کہ خلیفۂ وقت کو جنہوں نے قتل کیا ہے اُن سے بدلہ لیا جائے، باقی جو اُن کے گروپ کے لوگ تھے سارے کے سارے گروپ کو قاتل بنا کر اُس سے بدلہ لینا یہ ممکن نہیں ہے، اِس سے تو پھر قبائلی لڑائی چھڑ جائے گی، جسے تم مارو گے وہ آدمی کہے گا کہ میں مارنے والوں میں تھا ہی نہیں، ٹھیک ہے آیا تھا میں، چڑھائی کی ہے لیکن یہ نیت تھی ہی نہیں کہ میں شہید کروں گا بس ہم تو گھیراؤ کر رہے تھے، جنہوں نے مارا ہے اُنہیں مارو۔

اصل قاتلین اُسی وقت مارے گئے تھے :

اور جنہوں نے شہید کیا تھا اُن کو وہیں مار دیا گیا فوراً ہی، اُن کے نام بھی موجود ہیں اور وہ تین چار آدمی بنتے ہیں، وہ گھر ہی میں مار دیے بعد والوں نے۔ اُس وقت تو حضرت عثمانؓ نے منع فرما دیا کہ لڑو نہ کسی سے، تاکید کردی، لالچ بھی دے دیا کہ جو میرا غلام تلوار پھینک دے وہ آزاد ہے۔ بالکل نہیں چاہتے تھے وہ کہ تلوار اُن کے لیے اُٹھے۔ خود شہید ہونا اُنہوں نے گوارا فرمالیا، بہت مشکل کام ہے اِتنا تحمل۔

بہرحال وہ چیز ایک پیش آئی، اختلاف یہ ہوگیا، کچھ صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی، یعنی حضرتِ طلحہ، حضرتِ زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرتِ عائشہ، حضرتِ معاویہ۔ اِدھر یہ بڑے بڑے حضرات تھے۔ ایک زوجۂ مطہرہ ہیں حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا، بہت ذہین، بہت عالم مگر نہیں سمجھ میں آیا، یہی سمجھ میں آیا کہ سب کو مارا جائے۔ لہٰذا بصرہ چلے گئے اور اُن سے کہا کہ اِن سرغنوں کو ہمارے حوالے کردو، اُنہوں نے حوالے نہ کیا تو بصرہ پر حملہ کر دیا، بصرہ پر حملہ کیا تو وہ بھی مارے گئے اور دیگر بھی مارے گئے جو بصرہ ہی کے رہنے والے تھے، جو گئے ہی نہیں تھے سِرے سے وہ بھی ساتھ ساتھ مارے گئے اور ایک سرغنہ بھاگ گیا، جب وہ بھاگ

کے اپنے قبیلے میں گیا اور اُس نے کہا ہم تو قاتلین میں نہیں تھے اور چار ہزار اُن قبیلہ والوں کی تعداد تھی، اب وہ چار ہزار کو ماریں اُس ایک کی خاطر تو یہ کیسے ہو؟ یہ تو غلط ہے، جنہوں نے ارتکاب کیا ہے اُن کو مارنا، یہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی مگر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اِن حضرات کی۔

جب بصرہ میں حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے فرستادہ ایک صحابی گئے، اُنہوں نے گفتگو کی تو اُس وقت ملاقات میں سب نے یہ موقف تسلیم کیا اور لڑائی ختم ہوگئی تھی، بات ختم ہونے ہی کو تھی لیکن فسادی لوگ تو تھے، یہ تو ظاہر بات ہے فسادی تو تھے ہی تھے۔ فسادی ہی غالب تھے، اُنہوں نے ہی حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، تو وہ فسادی اِس موقع سے فائدہ نہ اُٹھائیں اور اپنے آپ کو مارے جانے دیں یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آدمی جو تھے قعقاع اُن کا اسم گرامی ہے اُن سے کہا، اُنہوں نے کہا کہ اِس کا علاج ہے زنجیریں، یعنی پکڑنا تو چاہیے، سزا تو دی جائے اُن کو مگر پکڑے کیسے جائیں۔

بہت اچھی تدبیر :

اُنہوں نے کہا کہ اِس کا علاج یہ ہے آپ لوگ سب سکون سے ہو جائیں، جب آپ سکون سے ہوں گے تو پھر اِس سرغنہ کو بلائیں تو وہ کچھ نہ کچھ کرنا چاہیں گے، جب وہ کرنا چاہیں گے تو جو اُٹھے اُس کو پکڑتے جائیں آپ، اُنہوں نے سمجھ لیا اور اتفاق کیا لیکن وہ خباثت تھی خبیث لوگوں کی جنہوں نے رات کے اندھیرے میں لڑائی چھیڑ دی تو بلاوجہ ایک لڑائی بن گئی ''جَمل'' کی، اِدھر سے بھی اُدھر سے بھی۔ اور پھر یہ بدگمانی جب ہوتی ہے تو پھر بدگمانی میں یہی ہوتا ہے کہ خفگی پیدا ہوگئی۔

حضرت زبیرؓ نے رجوع کرلیا :

لیکن حضرتِ زبیر رضی اللہ عنہ سے گفتگو ہوئی تو وہ (رجوع کرتے ہوئے) واپس چلے گئے۔

مروان نے حضرت طلحہؓ کو شہید کر دیا :

حضرتِ طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان نے ہی تیر مارا تھا کیونکہ حضرتِ طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت تک بالکل کام نہیں کیا اور منع کر دیا کہ میں نہیں کام کرتا تو مروان کو یہ شُبہ تھا کہ یہ بھی (حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش میں) شامل ہیں، کیونکہ جو گروپ آئے تھے باہر سے تو کوئی نام لیتا تھا کہ

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں گے، کوئی کہتا تھا حضرتِ زبیر کو بنائیں گے، کوئی کہتا تھا حضرتِ طلحہ کو بنائیں گے۔ تو اِسے شُبہ یہ تھا کہ یہ بھی اُس وقت ملے ہوئے تھے اور اَب جو آئے ہیں یہ تو صحیح رنج اِنہیں نہیں ہے یعنی اُس کو بدگمانی تھی ایک ایسے صحابی سے کہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور یہ مروان خود صحابی بھی نہیں ہے بس تابعی ہے۔ تو اِس نے اُن کے تیر مارا حالانکہ وہ بھی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے اور یہ بھی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا و عنہ کے لشکر میں تھا، تو اِس نے تیر مارا وہ گھٹنے پر لگا، لگا شہ رگ میں، اُس سے خون زیادہ ضائع ہوا، خون ضائع ہوگیا اور شہادت ہوگئی۔

وفات کے وقت حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت :

وفات سے پہلے اِنہوں نے ایک شخص کو گزرتے ہوئے دیکھا، اُس سے پوچھا تم کس جگہ سے تعلق رکھتے ہو؟ اُس نے کہا حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے۔ اُنہوں نے کہا اِدھر ہاتھ لاؤ میں اُن کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، یہ اِنہوں نے فرمایا اور اُس کے بعد اِن کی وفات ہوگئی۔ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو دونوں کی اطلاع ملی حضرتِ زبیرؓ کی شہادت کی بھی کہ اُنہیں فسادیوں نے جب معرکے سے واپس روانہ ہوگئے مدینہ کی طرف تو راستے میں شہید کردیا وادیٔ سباع ہے غالبًا اُس کا نام۔

خارجی نے نماز کی حالت میں شہید کیا :

وہاں اُنہیں شہید کیا گیا دھوکہ دے کر۔ نماز پڑھنے لگے، حضرت زبیرؓ کو شُبہ ہوا کہ یہ جو میرے ساتھ ساتھ آدمی ہے یہ مجھ پر حملہ کرے گا نماز میں، اُس سے کہا میں نماز پڑھ لوں؟ تُو پڑھتا ہے تو میری طرف سے اطمینان سے پڑھ لے، میں پڑھوں گا تو تیری طرف سے اَمن ہونا چاہیے۔ اُس نے کہا بالکل پڑھیں نماز۔ اور یہ سجدے میں گئے تو حملہ کیا اور شہید کردیا۔ تو اِس طرح دھوکے سے شہید کیے گئے۔ حضرتِ علیؓ کو جب اطلاع ملی تو اُنہوں نے فرمایا کہ اِن کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری دے دو، یہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ تو اطلاعات تو تھیں اِس طرح کی۔

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ جب روانہ ہوئے ہیں مدینہ منورہ سے تو پھر ایک صحابی عبداللہ بن سلامؓ یہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے تھے، یہودی عالم بھی تھے، مسلمان عالم بھی تھے۔ ان کے بارے میں حضرتِ معاذ ابنِ جبلؓ فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں جائیں گے میں نے یہ سُنا ہے رسول اللہ ﷺ سے کہ وہ اِن کے

بارے میں یہ فرماتے تھے۔ تو عبداللہ بن سلامؓ دونوں کام کرتے رہے، ایک تو شہادتِ عثمانؓ سے روکتے رہے اور کہتے رہے کہ بس یہ چند دِن کے مہمان ہیں، اگر نہ مارو تو خود بھی چلے جائیں گے۔ اُدھر حضرت علیؓ کو روکتے رہے کہ آپ نہ جائیں عراق کی طرف۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتلایا تھا کہ میری موت نہیں ہوگی جب تک کہ میرے سر کے خون سے میری داڑھی رنگین نہ ہو جائے، جب اِتنا بتلایا تو اُس سے پھر زیادہ بھی بتلایا ہوگا، یہ وہ ہے جو اُنہوں نے ظاہر کیا اُن کی بات کے جواب میں اور پھر چلے گئے۔

باغی قرآن کی تفسیر اپنی سمجھ سے کرتے تھے :

بہرحال حضرتِ علیؓ کی رائے کی بات کررہا تھا میں، کہ وہ دو باتیں فرماتے تھے ایک تو یہ کہ یہ قرآنِ پاک کی جو اِنہوں نے تفسیر کی ہے اپنی رائے سے اُس میں ٹھوکر کھائی ہے۔ یہ جو باغی تھے یہ قرآنِ پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے تھے، صحابہؓ سے نہیں پوچھتے تھے، اُس میں ٹھوکر کھائی تھی اِنہوں نے۔ تو اَخْطَؤُا فِی التَّاْوِیْلِ قرآنِ پاک کی توجیہات میں اِن سے غلطی ہوئی۔

دُوسری بات جب اَگلا موقع آیا بیعت ہونے کے بعد تو پھر اُنہوں نے یہ کہا کہ جن لوگوں نے اِرتکابِ قتل کیا ہے وہی ماخوذ ہو سکتے ہیں، اُن میں محمد بن ابی بکر کا نام آتا ہے۔ تو وہ تفتیش کے لیے پہنچے نائلہ کے پاس۔ نائلہ نومسلم بیوی تھیں حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی۔ عیسائی تھیں پہلے پھر وہ مسلمان ہوئیں۔ تو اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ ہاں یہ آئے تھے۔ کیا یہ مارنے والوں میں تھے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ میں مارنے والوں میں نہیں ہوں، حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب میں نے گستاخی کی تو اُنہوں نے ایسے جملے کہے کہ مجھے شرم آئی تو میں لوٹ گیا اور میں نے اُن لوگوں کو اِشارہ بھی کیا ہے واپس جانے کا۔ تو میں تو چلا گیا، میرے جانے کے بعد شہادت ہوئی۔ تو اُنہوں (حضرت نائلہؓ) نے کہا کہ یہ ٹھیک بات کہی اِس نے وَلٰکِنَّہٗ اَدْخَلَھُمَا اُن دو آدمیوں کو جو اِس نے اندر پہنچایا تو اِسی نے پہنچایا، تیسرا یہ خود تھا، تو پھر اَب اُس کو مار دیا جائے۔ جب وہ صفائی دے رہی ہیں کہ یہ چلا گیا تھا تو قتل کا مرتکب وہ نہیں رہا اور اُنہوں نے آکر یہ حرکت کردی اِس طرح سے۔ باقی سارے کے سارے جو تھے اُنہوں نے سب نے طے کیا ہوا تھا کہ گھیراؤ کرنا ہے اور استعفٰی لینا ہے، استعفٰی اُنہوں نے دیا نہیں۔ وہ بھی وجہ بتاتے تھے رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ فرمایا تھا (کہ خلافت ملنے کے بعد دستبردار مت ہونا) تو اَب اِس سارے کے سارے گروہ سے نہیں بدلہ لیا جاسکتا۔

دو باتیں ہوگئیں، ایک یہ کہ خوارج جنہوں نے شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا اِرتکاب کیا اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی خروج کیا اِن کے بارے میں حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ ٹھیک ہے یہ قراء ہیں، یہ نمازی ہیں، یہ رات کو تہجد پڑھتے ہیں، سب کچھ کرتے ہیں لیکن اَخْطَأُوْا فِی التَّأْوِیْلِ قرآنِ پاک کے معانی کے سمجھنے میں اِن سے غلطی ہوئی ہے۔ اور دُوسری بات جو تھی اُن کے موقف کی وہ یہ تھی کہ ایسی صورت میں جن لوگوں نے قتل کا اِرتکاب کیا ہے اور وہ معلوم ہو جائیں تو اُن کو مارا جائے گا باقی کو نہیں۔ (حضرت علیؓ کی) اِس رائے سے اتفاق حضرتِ زبیر، حضرتِ طلحہ، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہم نے بھی بصرہ میں کیا ہے۔

جَمَل کے بعد معرکہ صفین :

اَب دُوسرا درجہ آیا ہے صفین کی لڑائی کا۔ اُس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس بات پر جمے رہے کہ میں استعفٰی نہیں دُوں گا جب تک قاتلینِ عثمانؓ سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ اب قاتلین عثمان سے بدلہ لینے سے مراد قاتلین نہیں تھے بلکہ گروہ کا گروہ تھا سارا، وہ اِسی پر اَڑے ہیں آخر تک۔ اور فرماتے تھے ورنہ میں نہیں مانوں گا بات، آپ کو امیر المؤمنین نہیں مانوں گا۔ یہی چیز تھی، اِسی پر اُنہوں نے اعلان کر دیا کہ میں نہیں مانوں گا تو گویا اعلانِ بغاوت ہو گیا۔ اعلانِ بغاوت ہو جائے تو پھر باغی کے ساتھ جو کارروائی کی جاتی ہے وہ حکومت کے فرائض میں سے ہوتی ہے ورنہ حکومت ہی نہیں چل سکتی۔ اگر بغاوت کی کُھلی چُھٹی دے دی جائے تو ختم ہو جائے گی حکومت، حکومت ہی کہاں رہے گی اور کس کی ہوسکتی ہے حکومت، نہ باغی کی ہوگی نہ اِن کی ہوگی اور اور باغی کھڑے ہوتے چلے جائیں گے، دیکھیں گے کہ ایک باغی کھڑا ہوا ہے اُس نے یہ کہا، دُوسرے صوبے کا بھی باغی کھڑا ہو جائے گا، تیسرے کا بھی باغی کھڑا ہو جائے گا تو یہ نہیں ہوسکتا تو اُس میں وہ صفین کی لڑائی ہوئی۔ اَب اُس میں بھی اُن کا موقف جو ہے حضرت معاویہؓ کا بعد تک یہی رہا ہے کہ سب سے لیا جائے بدلہ۔ حتّٰی کہ حضرت علیؓ کا دَور ختم ہوا۔

حضرت حسنؓ کا دَورِ خلافت :

حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کا دَور آیا اور اُن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے والد کی بہ نسبت ان کا کہنا ماننے والے لوگ زیادہ تھے اور زیادہ قریب تھے، تو وہ لشکر لے کر چلے، حضرتِ عمرو بن العاصؓ کو حضرت معاویہؓ نے بھیجا جائزہ لینے کے لیے لشکروں کا، تو اُنہوں نے کہا کہ یہ بہت بڑے لشکر ہیں اور جب تک شدید

نقصان ایک طرف کا نہیں ہو جائے گا شکست کسی کو بھی نہیں ہو سکتی۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے وَكَانَ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ اِن دونوں میں حضرت معاویہؓ بہتر تھے بہ نسبت عمرو بن العاصؓ کے۔ تو حضرت معاویہؓ نے یہ کہا کہ آپ ایسے کریں کہ اِن سے کسی نہ کسی طرح سے صلح کر لیں، صلح کی بات ہوئی، پھر وہ مصالحت ہو گئی، اُنہوں نے کہا حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہ فتح تو ہمیں ہی ہو گی کیونکہ حضرت حسنؓ کا لشکر اپنے مرکز سے دُور ہے، سپلائی لائن اِن کی لمبی ہو جاتی ہے، ہماری چھوٹی ہے۔ یہ تو ہمیشہ کی بات ہے سپلائی لائن کو سب دیکھتے ہیں۔ اُس دَور میں اَب سے زیادہ دیکھتے ہوں گے، وسائل کم تھے اُس دَور میں۔

اپنے ساتھی کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کی رائے بہتر تھی۔ جنگ اور معاشی مسائل :

حضرت معاویہؓ نے کہا کہ نہیں اگر اِنہوں نے اُنہیں اور اُنہوں نے اِنہیں مار دیا تو پھر اِن کے بچوں کا کیا ہوگا اور اِن کی عورتوں کا کیا ہوگا وہ کون سنبھالے گا؟ تو اقتصادی مسائل پیدا ہو جائیں گے اِتنے کہ کامیاب جو ہوگا وہ بھی ناکام کے درجے میں ہوگا۔ تو یہ ٹھیک نہیں ہے، صلح ہونی چاہیے تو بالآخر صلح ہو گئی۔

آخر میں حضرت معاویہؓ نے بھی وہی موقف اختیار کیا جو حضرت علیؓ کا تھا :

اب جو صلح ہو گئی تو اُس میں پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی موقف یہی ہوا ہے جو حضرتِ علیؓ کا تھا کہ جنہوں نے بغاوت میں گروہ بندی کر کے حصّہ لیا اُن سب کو چھوڑ دیا۔ بلکہ میں تاریخ میں دیکھ رہا تھا کہ اُن میں سے ایک آدمی ایسا ملتا ہے کہ جو بغاوت کرنے والوں کے ساتھ تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اُس سے کام بھی لیا یعنی اُس کو کوئی عہدہ دیا تو اُن کو بھی وہی موقف اختیار کرنا پڑا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا، لیکن فتنہ کے دَور میں کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ بات یہ بھی ٹھیک لگتی ہے، یہ بھی ٹھیک لگتی ہے۔

موازنہ کیا جائے تو حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھی افضل ہیں :

مگر موازنہ تو کیا جاسکتا تھا، موازنہ یہاں تک کیا جاسکتا تھا کہ قرآنِ پاک میں سورۂ حدید میں لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو گیا اور جہاد کیا، تم میں سے کوئی اُس کے برابر نہیں اُس کا درجہ بڑا ہے اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا بہ نسبت اُن کے جو فتح مکہ کے بعد آئے اور جہاد کیا اور خرچ کیا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ دونوں اچھے

ہیں وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اچھائی کی جائے گی، اچھا سلوک کیا جائے گا۔

مگر درجہ بندی قرآنِ پاک میں آئی ہے، تو جو شروع سے مسلمان چلے آرہے ہوں عشرہ مبشرہ میں بھی ہوں اور نبی علیہ السلام کے ساتھ زندگی ساری گزری ہو علمیت میں بہت بلند ہوں، اُن کے فتوؤں اور فیصلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا ہو اور اُن کے فتوؤں کی اور فیصلوں کی تصدیق فرمائی ہو تو اُن کا درجہ تو بہت بلند ہوا لیکن ذہن میں یہ چیزیں آگئیں ایسی پُر پیچ، تو فتنہ جو ہے ایسی چیز ہے کہ اِس میں آدمی پریشان ہو جاتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا بھی کہ فتنوں کے وقت ہم کس کے ساتھ رہیں؟ تو آپ نے اِشارہ فرمادیا مثلاً اِن کے ساتھ رہنا اور وہ کون تھے؟ وہ اُن صحابی نے جا کر دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

اہلِ بدر بھی حضرت علیؓ کی طرف تھے :

اِسی طرح سے اَب اہلِ بدر جتنے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اُس وقت اُن سے بڑھ کر سوائے عشرہ مبشرہ کے باقی اور درجہ کسی کا ہوتا ہی نہیں، عشرہ مبشرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خود تھے اور اہلِ بدر اُن کے ساتھ تھے، اُدھر حضرت معاویہؓ کے سامنے کچھ چیزیں ایسی تو تھیں موجود، لیکن پھر بھی فتنے کا دَور جو ہوتا ہے اُس میں پتا ہی نہیں چلتا، سمجھ کام نہیں کرتی صحیح، یعنی سمجھ پر بھی ایک ایسا دُھواں چھا جاتا ہے کہ انسان صحیح اَنداز نہیں کر سکتا اُس وقت، بعد میں البتہ پتا چلتا ہے۔

حضرت علیؓ کے فرامین ہمیشہ کے لیے باغیوں کے قوانین بن گئے :

بعد میں سب نے اِسی بات کو مانا جو اُنہوں نے کہی۔ کوئی آدمی مجروح ہو جائے تو اُس کو اور نہ مارو بلکہ اُسے اُٹھا لو، مرہم پٹی کرو۔ اِسی طرح اُنہوں نے فرمایا جو ہتھیار پھینک دے اُسے بھی چھوڑ دو، جو گھر میں رہے دروازہ بند کر رکھا ہے وہاں مت جاؤ چھوڑ دو، حضرت علیؓ کے یہ قوانین قاعدہ بن گئے باغیوں کے بارے میں۔ عورتیں تمہیں بُرا بھلا کہیں بُرا نہ مانو کیونکہ اُن کے لوگ شہید ہوئے ہیں۔ وہ روئیں گی بھی، چیخیں گی بھی، چلّائیں گی بھی، بُرا بھی کہیں گی، تم کچھ نہ کہو وغیرہ وغیرہ۔ ایسے تمام مسائل جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تھے وہ سب لیے گئے ہیں، مگر یہ بعد میں ہوا۔ (باقی صفحہ ۳۴)

قسط : ۴

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

مسائلِ علمیہ :

☆ ہم مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ سُود کا لین دین اور معاملہ حرام سمجھیں اور اِس سے باز آئیں اور اپنے اُخراجات کم کریں تاکہ قرض لینے کی نوبت نہ آئے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی جگہ کسی وقت بھی سود لینا جائز نہیں ہے لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مسلم اور حربی میں سود کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

☆ علماءِ ہند نے فتوٰی دیا ہے کہ ایک مسجد کے اَوقاف دُوسری مسجد کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں بشرطیکہ مسجد کو ضرورت نہ ہو بلکہ غیر ضروری آمدنی کو غیر مساجد پر بھی خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔

☆ اِعتکاف (رُکنا) نہایت عمدہ اور مؤکد سنت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سائل اور محتاج غلام اپنے آقا کے دروازے اور گھر پر آپڑے۔

☆ حقوق العباد نہایت زیادہ خوفناک ہیں۔ حقوق اللہ تو توبۂ صادق سے معاف بھی ہوجاتے ہیں مگر حقوق العباد توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے۔

☆ یہ بات بالکل غلط ہے کہ علمِ حدیث کی تدوین تین صدی کے بعد ہوئی۔ علم حدیث کی تدوین تو آنحضرت ﷺ ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ نے احادیث لکھنے کی اجازت دے دی تھی، وہ لکھا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ احادیثِ نبویہ ﷺ کا حافظ کوئی دُوسرا بجز عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نہیں ہے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (بخاری شریف)

☆ تسویدِ احادیث زمانہ نبوی علیہ السلام میں شروع ہوئی تھی جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ سے ترقی

پذیر ہوتی رہی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو منضبط کر دینے کی بناء پر پورے اطمینان اور وثوق کے ساتھ اِس پر توجہ ہوگئی مگر یہ تحریریں محض یادداشت اور مسودے کے طور پر تھیں کوئی ترتیب نہ تھی۔

☆ تدوینِ احادیث کا ابتدائی دَور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے ہی حسب الحکم شروع ہو جاتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کی ترتیب کے بعد اِس میں ترقی ہو جاتی ہے۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں عام طور پر تسوید اور ترتیبِ ابواب جاری ہوگئی اور روز افزوں ترقی کے ساتھ اخیر صدی تک بڑی بڑی کتابیں مرتب اور مہذب ہو کر وجود میں آ گئیں۔ ہر حدیث کے معلم کے یہاں اِملاء کا طریقہ جاری تھا۔ اُن محدثین کی کیفیت جو کہ پہلی ہی صدی اور زمانہ صحابہ کرامؓ میں مشہور بالروایت اور تدریسِ حدیث ہیں، تاریخ میں ملاحظہ فرمائیے۔ صرف یہی طریقہ نہیں تھا کہ احادیث مجمع تحدیث میں سنا دی جائیں اور اُن کی تفسیر کر دی جائے بلکہ عموماً قلم دوات اور کاغذ ہر طالب علم کے پاس ہوتا اور اُستاد کی مرویات کا ایک خزانہ جمع ہو جاتا تھا جس کی یادگار معجمات ہیں۔ معجم صغیر وکبیر، اَوسط طبرانی کی اُسی (دَور) کی یادگار ہیں۔ اِن معجمات میں اُستاد کی جملہ روایات رطب و یابس لکھی جاتی تھیں۔ امام مالکؒ نے اوّلاً یہ قدم اُٹھایا کہ اِن روایات کی چھان پھٹوڑ اور کانٹ چھانٹ کی اور اِسی وجہ سے اُن کی کتاب مؤطا وظیفۂ محدثین میں بہت مقبول ہوئی۔

☆ جو کچھ بھی جناب رسول اللہ ﷺ از قسمِ تفسیر کلام اللہ اور از قسمِ دینیات اِرشاد فرمائیں گے وہ سب وحی ہے۔ ہاں بعض وحی اِس قسم کی ہے جس کے الفاظ بھی اِلقاء فرمائے گئے ہیں اور بعض وہ ہے جس کے معنی اِلقاء کیے گئے ہیں اور الفاظ میں اختیار دیا گیا ہے۔ اُن معنی کو جناب رسول اللہ ﷺ اپنے الفاظ میں اَدا فرماتے ہیں، پھر وہ الفاظ دو قسم کے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عز اسمہ' کی طرف ہے اور اکثر وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عزوجل کی طرف نہیں۔ اوّل الذکر ''قرآن'' ہے، ثانی ''حدیث قدسی'' ہے، ثالث ''عام حدیثِ قولیہ'' ہیں۔ سب واجب التسلیم ہیں مگر فرق ثبوت کے درجات میں ہے۔

☆ قرآن جنابِ رسول اللہ ﷺ سے تواترًا منقول ہے۔ یعنی اِس کو نقل کرنے والے ہر زمانے میں اِس قدر نفوسِ کثیرہ رہے ہیں جن میں جھوٹ بولنے یا غلطی کرنے کا احتمال باقی نہیں رہتا اِس لیے اِس کا منکر کافر ہے اور اِس کا ماننا عقلاً نقلاً ضروری ہے اور احادیثِ قدسیہ ہوں یا غیر قدسیہ، اِن کو نقل کرنے

والے اِتنے کثیر نفوس نہیں ہیں اِس لیے اِن میں احتمال جھوٹ یا غلطی کا آتا ہے، اس لیے قطعی الثبوت نہ ہوں گی اور اِن کا منکر کافر نہ ہوگا۔ یہ تو فرق ہمارے لیے ہے صحابہؓ کے لیے نہیں، اُن کے لیے قرآن اور اِرشادات نبویہ سب قطعی الثبوت ہیں۔

☆ جو اِرشاداتِ نبویہ ﷺ حسبِ عادتِ بشری ہوں اُن کا تعلق دینیات اور تفسیر کلام اور تبلیغ عن اللہ سے نہ ہو، روزمرہ کے بشری کاروبارِ دُنیاویہ وغیرہ میں کلمات ہوتے رہتے ہیں اُن کا تعلق وحی سے نہ ہوگا، وہ حسب طبیعتِ بشریہ مثل دیگر بشر آپ ﷺ سے صادر ہوں گے۔ اِنہی کو کھجور کے متعلق والی حدیث میں اِرشاد فرمایا گیا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ ۔

☆ وحی کی اَقسام آٹھ یا نو ہیں۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہیں، الہام اور کشف بھی وحی ہے۔ اُن کے دل میں کوئی بات منجانب اللہ جس کا اِن کو بتلادیا جائے کہ منجانب اللہ ہے تو وحی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

☆ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک حضوریٔ مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوع بلکہ غلط مسلک ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرورِ کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ ﷺ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف رُوحانی ہے جو کہ عام مؤمنین اور شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیاتِ دُنیاوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اِس سے قوی تر ہے۔ آپ ﷺ سے توسل نہ صرف وجودِ ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا بلکہ اِس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیے۔ محبوبِ حقیقی تک وصال اور اُس کی رضا صرف آپ ﷺ ہی کے ذریعہ اور وسیلہ سے ہوسکتی ہے، اِسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیے اور آپ ﷺ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسجد کی نیت خواہ طبعًا کرلی جائے مگر اَولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے تاکہ اِلَّا زِیَارَتِیْ والی روایت پر عمل ہوجائے۔

☆ مدینہ منورہ میں کم از کم آٹھ دن ضرور قیام فرمائیں، بعض روایتوں میں ہے کہ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اِس طرح پڑھیں کہ کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اُس کے لیے نفاق اور نار سے براءت کی جاتی ہے۔

☆ فلسفہ خواہ یونانی ہو یا یورپی اِس حالت میں تغیر پیدا کرتا ہے جو شرعی اور آسمانی تعلیمات سے ہونی چاہیے۔

☆ جو بنک ریاستِ اسلامیہ کے ہیں اُن سے سُود لینا سمجھ میں نہیں آتا۔

☆ اجابتِ دُعاء کا اثر یہی نہیں کہ جو ہم مانگتے ہیں بعینہٖ وہی چیز حاصل ہو، حکیم و رحیم مقتضائے حکمت و رَحمت جو بھی ہماری بہبودی کی چیز عطا فرمائے اجابتِ دُعاء ہی میں سے ہوگا۔

☆ معاصی میں کمی اور صدور گاہے گاہے پر شرمندگی اور نفس کو ملامت علاماتِ کمالِ ایمانی میں سے ہے اِنْ سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَائَتْكَ سَيِّأَتُكَ فَقَدِ اسْتَكْمَلْتَ الْاِيْمَانَ (الحديث) اَوْ كَمَا قَالَ .

☆ حصولِ قوالبِ اعمال پر شکر گزار رہیے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ قوالب کے بعد ہی نفخ رُوح ہوتا ہے۔

☆ تفسیر ''اَولیاء'' میں ایمان اور تقوٰی کو ذکر فرمایا ہے اور دونوں قلبی اُمور میں سے ہیں۔ ایمان کا قلبی ہونا ظاہر ہے فرماتے ہیں قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ .... الاٰية . اور تقوٰی کے لیے اِرشاد ہے اَلَا اِنَّ التَّقْوٰى هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى قَلْبِهٖ (اَوْ كَمَا قَالَ)

☆ مدارِ ولایت حقیقت میں موجود اعمال، احوال، صفاتِ ظاہرہ اور باطنہ پر نہیں ہے بلکہ حسنِ خاتمہ پر ہے۔ فرمایا جاتا ہے وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اور حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ . (جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۲۷

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

محمود احمد عباسی کی تاریخی بد دیانتی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمود احمد صاحب عباسی نے اپنے وطن اَمروہہ میں شیعوں کے خلاف کام شروع کیا تھا۔ ''روافض'' سبِّ صحابہ (صحابہ کی شان میں گستاخی) کے کلمات دیواروں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ محمود احمد عباسی نے بھی اُن کے بالمقابل سبِّ علی و اہل بیت (کی شان میں گستاخی کی عبارت) رضوان اللہ علیہم اجمعین دیواروں پر لکھنی شروع کی۔ علماء کرام نے ایسے کاموں سے منع کیا ہے جو گناہ ہوں۔ گناہ کے بالمقابل گناہ کا کام عباسی صاحب نے جب شروع کیا تو (خود) قلبی برائی کا شکار ہو گئے۔ اُن میں واقعی خارجیت آگئی وہ وادیٔ ظلمات میں چلے گئے اور واپس نہ آسکے۔

موجودہ دَور سہولت پسندی کا ہے۔ جو شخص اُن کی کتاب پڑھتا ہے تو اِتنی محنت نہیں کرتا کہ اصل کتابیں بھی دیکھ لے اور یہ اندازہ لگالے کہ وہ کتابوں میں صرف اُتنا جزء لکھتے ہیں جس سے کسی طرح اُن کی بات کی تائید ہو جائے، عبارت کا سیاق و سباق نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بہت سی جگہ اصل عبارت کے وزن سے زیادہ اُس کے ترجمہ میں وزن پیدا کرتے ہیں حتّٰی کہ بعض جگہ وہ اِس سے بھی بڑی خیانت کرتے ہیں کہ آدھی بات کا ٹکڑا ترجمہ غلط کر کے غلط نتیجہ نکال کر اپنا مدعی ثابت کرتے ہیں۔

انہوں نے ابن جریر طبری رحمہ اللہ کو کٹر شیعہ قرار دیا ہے تاکہ اُن کی وہ عبارتیں پورے جوش و خروش سے لکھیں جن میں خارجیت ہے۔ اور یہ کہہ سکیں کہ دیکھئے یہ کٹر شیعہ بھی اِس بات کو تسلیم کر رہا ہے۔ حالانکہ

ابن جریر نے جس طرح ایک طبقہ کی روایات لکھی ہیں اِسی طرح دُوسرے کی روایات لکھی ہیں۔ تاریخی ذخیرہ جمع کر دیا ہے پڑھنے والا صحیح وغلط خود سمجھ لے گا۔ وہ تاریخ لکھتے وقت مؤرخ تھے۔ حدیث لکھتے وقت وہ جلیل القدر محدث تھے۔ تہذیب الآثار نادر المثیل کتاب ہے۔ وہ تفسیر لکھتے وقت عظیم مفسر تھے۔ تفسیر پر اُن کی بہت بڑی کتاب موجود ہے۔ اُس میں احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور عباسی صاحب نے اپنی تصانیف میں طبری کی عبارتوں سے بہت جان ڈالی ہے، جابجا اُس کے حوالے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہنا چاہے کہ وہ خارجی تھے تو یہ بھی دُرست ہوسکتا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ نہ وہ خارجی تھے نہ شیعہ، وہ تاریخ لکھتے وقت مؤرخ تھے۔

عباسی صاحب نے اہل باطل اور اہل اہواء کا طرزِ تحریر اختیار کیا ہے۔

ان کی کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' پہلی بار مئی ۱۹۵۹ء میں طبع ہوئی۔ پھر انہوں نے ''تحقیقِ مزید'' لکھی۔ یہ کتاب جون ۱۹۶۱ء میں طبع ہوئی۔ یہ کتابیں اعتدال سے ہٹی ہوئی ہیں اِن میں جابجا ''تحقیق'' کے نام سے ''تحریف'' کی گئی ہے۔ چھیڑ چھاڑ اور مسلک اہل سنت سے اِنحراف ہوا۔ اُدھر ۔۔۔۱۹ ء میں مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے نام سے شائع ہوئی۔ وہ بھی اِسی طرح اعتدال سے ہٹی ہوئی ہے۔ اس کا جواب عباسی صاحب نے حقیقت خلافت وملوکیت کے نام سے لکھا۔ یہ کتاب ۱۹۶۶ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

مودودی صاحب کی کتاب کے جوابات تو فوراً ہی لکھے گئے مگر عباسی صاحب کی تصانیف کا رُخ ردِّ شیعیت لیے ہوئے تھا اِس لیے اُس کا جواب کسی نے نہیں لکھا۔ اُن کی بزعم خود تحقیقات پر تنقید بہت ہی کم کی گئی۔ اِسی بات نے نقصان پہنچایا اور اُن کے خیالات بلاتعرض سادہ لوح حضرات اپنانے لگے اور ایک نیا فتنہ یزیدیت اُبھرنے لگا۔ خارجیت نمودار ہونے لگی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اُن کی غلط باتوں کو سامنے لایا جائے۔ ہمارا طرزِ تحقیق قرآن وسنت اور اُصول اسلام پر مبنی ہے ایسی باتیں جو اِن حضرات سے بدگمانی پیدا کریں ہمارے نزدیک غلط ہیں کیونکہ قرآن وسنت میں صحابہ کرامؓ کے ایمان وعمل کی تعریف فرمائی گئی ہے وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور ایمان تمہارے دلوں میں جڑ دیا (جمادیا) ہے وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اور تمہارے دلوں میں کفر فسق اور معصیت سے کراہت ڈال دی ہے۔ اس لیے ہر وہ قصّہ جس سے اِن کی شان

میں منقصت (کمی) لازم آتی ہو واجب الرد ہے۔ ہماری تحقیق کا مبنی یہی اُصول ہے۔

اُنہوں نے پیش نظر کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' کی ابتداء سبائی پارٹی اور حضرت علیؓ کی بیعت کے عنوان سے کی ہے۔ اس میں انہوں نے طرح طرح کے فقروں سے ذہن سازی کی ہے مثلاً یہ کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابن عباسؓ نے منع کیا کہ بلوائیوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں لیکن حضرت علیؓ نے اُن کا مشورہ نہ مانا اور بیعت لے لی۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والا ''اَشتر'' تھا۔ قاتلین سے قصاص نہیں لیا گیا تھا۔ اکابر صحابہؓ کی اکثریت نے جو مدینہ میں موجود تھی بیعت سے گریز کیا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں کوئی جہاد نہیں ہوا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ پر مذکورہ بالا اعتراضات عباسی صاحب کی سب سے پہلی تصنیف ''خلافت معاویہ ویزید'' میں بالاختصار ہیں اور آخری تصنیف ''حقیقتِ خلافت وملوکیت'' میں بالتفصیل ہیں۔ میں اُن کی پہلی تصنیف کے جوابات ہی سے اپنا مضمون شروع کر رہا ہوں، وہ لکھتے ہیں :

> ''سبائی لیڈر مالک الاشتر اور اُس کے ساتھی بلوائیوں نے جب حضرت علیؓ سے بیعت خلافت کرنی چاہی تو اُن کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے منع کیا اور کہا کہ گھر میں بیٹھ رہیں یا اپنی جاگیر ''ینبوع'' چلے جائیں۔ بلوائیوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں ورنہ خون عثمان ؓ کا الزام آپ پر لگ جائے گا۔ مگر افسوس حضرت موصوف نے اپنے بھائی کا مشورہ قبول نہ فرمایا اور بیعت لے لی۔'' (خلافت معاویہ ویزید ص ۵۲)

عباسی صاحب کی اِس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت ناسمجھ تھے وہ باغیوں کے ساتھ گھلے ملے رہے، یہ دونوں باتیں بے اَصل ہیں۔

عباسی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مشورہ کہ ''حضرت علی کو ینبع چلے جانا چاہیے تھا'' اپنا مطلب حل کرنے کے لیے بے موقع استعمال کیا ہے۔ یا تو اُنہوں نے تاریخی کتابوں کا بغور مطالعہ نہیں کیا یا قصدًا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اِصابتِ رائے سے بدگمان کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت مدینہ شریف میں موجود ہی نہیں تھے وہ حج کے لیے گئے ہوئے تھے۔ (مؤرخ ابن خلدون اور پھر ''بزعم خود محقق'' عباسی بے سوچے سمجھے اور بغیر حقائق دریافت کیے لکھتے چلے گئے ہیں)

وَاسْتَخْلَفَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَةِ عَلَی الْحَجِّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ مَقَامِیْ عَلٰی بَابِكَ اُحَاجِفُ عَنْكَ اَفْضَلُ مِنَ الْحَجِّ فَعَزَمَ عَلَیْہِ فَخَرَجَ بِالنَّاسِ اِلَی الْحَجِّ . (البدایة ص ۱۸۷ ج۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِس سال حضرت عبداللہ بن عباس کو اپنی نیابت میں اَمیر حج بنایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ میرا آپ کے در پر مدافعت کرتے ہوئے ٹھہرے رہنا حج سے افضل ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں بہت سخت تاکیدی حکم دیا تو وہ لوگوں کو لے کر حج کے لیے چلے گئے۔

جب وہ حج سے واپس آئے تو بیعت ہو چکی تھی۔ پھر حضرت علیؓ سے دورانِ گفتگو جو باتیں ہوئیں اُن میں یہ بات تھی :

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَطِعْنِیْ وَالْحَقْ بِمَالِكَ یَنْبُعٍ وَاغْلِقْ بَابَكَ عَلَیْكَ فَاِنَّ الْعَرَبَ تَجُوْلُ جَوْلَةً وَتَضْطَرِبُ وَلَا تَجِدُ غَیْرَكَ. (ابن خلدون ص ۱۵۲ ج ۲)

اُنہوں نے کہا میری بات مانیں اور اپنے مال پر ینبع چلے جائیں۔ اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہیں۔ عرب لوگ چکر کاٹیں گے، بے چین رہیں گے اور آپ کے سوا اُنہیں کوئی نہ ملے گا۔

آپ غور کریں کہ بیعتِ خلافت کے بعد مدینہ شریف کو اِسی حال میں چھوڑ جانے کا مشورہ کس قدر کمزور بات تھی۔ تمام عرب گردش میں آتے تو کیا مزید خون خرابہ نہ ہوتا۔ جو واقعات ابن عباسؓ کی غیر موجودگی میں پیش آئے وہ حضرت علیؓ نے دیکھے اور سمجھے تھے، نہ کہ حضرت ابن عباسؓ نے ـــــ اور حضرت علیؓ محصور جیسے تھے لیکن کہیں قریبی جگہ چلے گئے تھے۔

وَقَالَ اَبُوْھِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ، قُتِلَ عُثْمَانُ وَعَلِیٌّ غَائِبٌ فِیْ اَرْضٍ لَّہٗ. فَلَمَّا بَلَغَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَمْ اَرْضَ وَلَمْ اُمَالِیءْ (البدایہ ۷ / ۱۹۳)

ابو ہلال نے حضرت قتادہ عن الحسن روایت نقل کی ہے کہ حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے تو حضرت علیؓ غیر موجود تھے وہ اپنی زمین پر گئے ہوئے تھے۔ جب اِنہیں شہادت کی خبر ملی تو فرمایا : اے اللہ نہ میں اِس کام سے راضی ہوا اور نہ ہی میں نے کسی قاتل کی مدد کی۔

اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کی باتوں کو اپنے جواب میں هُنَيْهَاتٌ یعنی ''کمزور باتیں'' فرمایا۔

اور فرمایا :

اَشِرْ عَلَیَّ وَاِذَا خَالَفْتُكَ اَطِعْنِیْ قَالَ اَیْسَرُ مَا عِنْدِیْ اَلطَّاعَةُ .(ابن خلدون ص ۱۵۲ ج ۲)

مجھے مشورہ دیتے رہو اور جب میری رائے تمہاری رائے کے خلاف ہو تو میری بات مان لیا کرو۔ اُنہوں نے عرض کیا میرے پاس آپ کیلیے سب سے آسان چیز اطاعت ہی ہے۔

عباسی صاحب نے یہ بھی زیادتی کی ہے کہ مال کا ترجمہ ''جاگیر'' کیا ہے تاکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بڑا جاگیردار کہتے چلیں۔ جاگیر کا لفظ عرفاً اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ میں فرق مراتب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ کے تین بڑے اُستاد تھے، اُن کے علوم کا بیشتر حصّہ اِن حضرات سے لیا ہوا ہے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۱ ص ۴۱) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ کا یہ رشتہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

عباسی صاحب کی دُوسری تحریرات میں یہ ملتا ہے کہ حضرت علی کو حضرت حسن رضی اللہ عنہما نے بھی یہ مشورہ دیا تھا مگر انہوں نے نہیں مانا۔ میں اِس کے بارے میں اِن ہر دو حضرات کا مکالمہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت حسنؓ نے کہا :

''ابا جان جب حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اور لوگوں نے آپ کے پاس سحر و شام آنا شروع کیا اور چاہا کہ آپ خلافت کا بار اُٹھالیں تو میں نے مشورہ دیا تھا کہ جب تک ہر جانب سے لوگ متفقہ طور پر آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کر دیں آپ یہ منصب قبول نہ فرمائیں اور پھر جب آپ کو زبیر اور طلحہ کے حضرت عائشہ کے ہمراہ بصرہ کی جانب کوچ

کرنے کی اطلاع ملی تھی تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینہ شریف کی طرف لوٹ جائیں اور گھر میں بیٹھ رہیں۔

اسی طرح جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا تھا تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینہ سے باہر چلے جائیں۔ اگر عثمانؓ قتل بھی ہو گئے تو بہرحال آپ کی موجودگی میں نہ ہوں گے مگر آپ نے کسی بھی معاملہ میں میرا مشورہ قبول نہ کیا۔''

حضرت علیؓ نے جواب دیا :

یہ کہ میں ہر جانب کے لوگوں کی اِطاعت کا انتظار کرتا تو یہ جان لو کہ بیعت (انتخاب خلیفہ) کا حق اُنہی مہاجرین وانصار کو حاصل ہوتا ہے جو حرمین میں موجود ہوں۔ جب وہ لوگ اظہار رضامندی کر چکیں اور سلام (خلافت) کہہ دیں تو باقی لوگوں پر اطاعت و تسلیم فرض ہو جاتی ہے۔

رہا میرا گھر کو لوٹنا اور جا کے بیٹھ رہنا تو جان لو کہ یہ اُمت کے ساتھ غداری ہوتی پھر یہ کہ ایسا کرنے سے مجھے یہ اطمینان کیونکر حاصل ہو سکتا تھا کہ فتنہ سر نہ اُٹھائے گا اور اِس اُمت کا اتحاد پارہ پارہ نہ ہو جائے گا۔

رہا یہ کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہو جانے کے وقت مدینہ سے نکل جاتا تو یہ میرے بس میں کب تھا۔ لوگوں نے مجھے بھی تو اِسی طرح گھیر رکھا تھا جس طرح عثمانؓ کو۔ لہٰذا بیٹا جان جس معاملہ کو میں تم سے بہتر جانتا ہوں تم اُس میں دخل نہ دو۔ (الاخبار الطّوال ص ۲۷۹ ، ۲۸۰)

یہ وہ کتاب ہے جس کے حوالے عباسی صاحب دیتے ہیں۔ مگر وہ صرف حضرت حسنؓ کی باتیں لکھتے ہیں اِن (حضرت علیؓ) کا جواب نہیں لکھتے کیونکہ اُن کی رگِ خارجیت کہتی ہے کہ حضرت علیؓ پر اعتراض تو ہو اُس کا جواب نہ ہو۔ مذکورہ بالا مضمون الکامل میں بھی ہے۔ (الکامل ج ۳ ص ۲۲۲)

عباسی صاحب نے دُوسری بات یہ لکھی ہے کہ ''سب سے پہلے بیعت کرنے والا اَشتر تھا''۔ انہوں نے بیعت خلافتِ علیؓ کو کمزور اور بدنما ظاہر کرنے کے لیے یہی کمزور روایت جا بجا نقل کی ہے، قوی روایات

چھوڑ دی ہیں۔ العواصم من القواصم کے مؤلف ابن عربی کو عباسی صاحب نے حقیقت خلافت و ملوکیت میں ص ۵۵۲ پر امام ابن العربی لکھا ہے، انہوں نے اُشتر کی بیعت کا ذکر ہی نہیں کیا۔ وہ یہ لکھتے ہیں :

وَعَقَدَ لَهُ الْبُيْعَةَ طَلْحَةُ فَقَالَ النَّاسُ : بَايَعَ عَلِيًّا يَدٌ شَلَّاءُ وَاللّٰهِ لَايَتِمُّ هٰذَا الْاَمْرُ . (العواصم ص ۱۴۳)

(جب) سب سے پہلے عقدِ بیعت حضرت طلحہؓ نے کیا تو لوگوں نے یہ بکا کہ علیؓ سے سب سے پہلے ناکارہ ہاتھ نے بیعت کی ہے، یہ معاملہ تکمیل کو نہ پہنچے گا۔

وہ لکھتے ہیں :

وہ ہاتھ جو (میدانِ اُحد میں) جناب رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں ناکارہ ہوا اُس سے تو ہر معاملہ مکمل ہوگا اور ہر مکروہ چیز سے بچاؤ ہوگا وَقَدْ تَمَّ الْاَمْرُ عَلٰی وَجْهِهٖ معاملہ جیسے ہونا چاہیے تھا ویسے مکمل ہوکر رہا۔ (العواصم ص ۱۴۵)

ابن خلدون لکھتے ہیں :

اِجْتَمَعَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَتَوْا عَلِيًّا يُبَايِعُوْنَهٗ فَاَبٰى وَقَالَ اَكُوْنُ وَزِيْرًا لَّكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ اَكُوْنَ اَمِيْرًا. وَمَنِ اخْتَرْتُمْ رَضِيْتُهٗ فَاَلَحُّوْا عَلَيْهِ وَقَالُوْا لَانَعْلَمُ اَحَقَّ مِنْكَ وَلَا نَخْتَارُ غَيْرَكَ حَتّٰى غَلَبُوْهُ فِیْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَبَايَعُوْهُ وَاَوَّلُ مَنْ بَايَعَهٗ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ بَعْدَ اَنْ خَيَّرَهُمَا. (ابن خلدون ص ۱۵۰ ج ۲)

حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور مہاجرین و اَنصار جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس بیعت ہونے کے لیے آئے۔ آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ میں آپ لوگوں کا وزیر رہوں بہ نسبت اِس کے کہ امیر رہوں اور آپ لوگ جسے بھی پسند کرلیں گے میں اُس پر راضی ہوں گا۔ انہوں نے حضرت علیؓ پر اِصرار کیا۔ کہنے لگے آپ سے زیادہ حقدار ہماری دانست میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سوا ہم کسی کو پسند نہ کریں گے۔ حتّٰی کہ وہ اِس گفتگو میں غالب آگئے۔ آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور اُن لوگوں نے آپ سے

بیعت کی۔ جنہوں نے سب سے پہلے بیعت کی وہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ تھے اور حضرت علیؓ
انہیں خود خلیفہ ہوجانے کا اختیار پہلے دے چکے تھے۔

عباسی صاحب نے اپنے خارجی رجحان کی وجہ سے ہر جگہ یہی لکھا ہے کہ مدینہ شریف میں حضرت علیؓ سے باغی بیعت ہوئے تھے۔ اہلِ حل وعقد نے بیعت نہیں کی تھی۔ انہوں نے اعلیٰ اور بلند پایہ روایات سرے سے حذف ہی کردی ہیں جن میں پہلے اہلِ حل وعقد کی بیعت اور پھر بیعت عامہ دونوں بتلائی گئی ہیں۔

دیکھئے : عباسی صاحب نے العواصم من القواصم کے حاشیہ نگار کی بہت تعریف کی ہے۔ انہیں ''حقیقتِ خلافت وملوکیت'' میں علامہ کا خطاب بھی دیا ہے (ص ۷۹۔۸۰۔۹۹) وہ لکھتے ہیں کہ مہاجرین و اَنصار سب نے بیعت کی تھی۔

ذیل میں اُس کا ترجمہ ہے جس میں اُس واقعہ کا خلاصہ بھی ہے :

شہادت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بعد پانچ دن (دارُالخلافہ) مدینہ منورہ اِس حالت میں رہا کہ اُس کا امیر غافقی بن حرب تھا۔ وہ تلاش کرتے تھے کہ کوئی آدمی ایسا مل جائے جو امارت سنبھال لے لیکن کوئی نہ ملتا تھا۔ مصری لوگ (جو باغی تھے) حضرت علیؓ کی تلاش میں آتے تو وہ اِن سے بچنے کے لیے مدینہ شریف کے باغات میں چھپ جاتے۔

جب کہیں اِن باغیوں کا سامنا ہوتا تو آپ اُن سے دُور رہتے۔ ان کے جرم اور باتوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے، بار بار اِسی طرح ہوتا رہا۔ باغیوں کی کوفی جماعت حضرت زبیرؓ کو ڈھونڈتے تو وہ نہ ملتے۔ باغیوں نے اُن کے پاس اپنے آدمی بھیجے، انہوں نے بھی ان کے جرم اور باتوں سے براءت کا اظہار کیا۔ بصرہ کے باغی حضرت طلحہؓ کے پاس جاتے تھے۔ جب کہیں وہ ملتے تو یہ اُن سے دُور ہوجاتے اور براءت کا اظہار فرماتے۔ پھر انہوں نے حضرت سعدؓ کے پاس آدمی بھیجے اور ان سے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی نامزد شوریٰ کے حضرات میں سے ہیں۔ ہماری نظر میں یہ ہے کہ آپ پر سب جمع ہوجائیں گے۔ تشریف لائیے ہم آپ سے بیعت ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ میں اور ابن عمر دونوں اِس معاملہ کو چھوڑ چکے ہیں، مجھے اِس کی کوئی ضرورت

نہیں۔ پھر یہ لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے، کہنے لگے آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ہیں، آپ کارِ خلافت سنبھال لیجئے۔ اُنہوں نے کہا معاملہ ایسا بن گیا ہے کہ اس پر (ردِعمل) انتقام (کی صورت میں) ہوگا۔ خدا کی قسم میں سامنے نہیں آؤں گا۔ میرے سوا اور آدمی ڈھونڈو۔ (حاشیہ العواصم ص ۱۴۲)

یہی مضمون تاریخ ابن خلدون میں ہے جسے عباسی صاحب نے (حقیقت خلافت وملوکیت ص ۹۸) محقق مؤرخ قرار دیا ہے۔

اور خود قاضی ابوبکر بن العربی یہ لکھتے ہیں :

فَلَمَّا قَضٰی اللّٰہُ مِنْ اَمْرِہٖ مَا قَضٰی، وَمَضٰی فِیْ قَدْرِہٖ مَا مَضٰی، عُلِمَ اَنَّ الْحَقَّ لَایُتْرَکُ النَّاسُ سُدًی، وَاَنَّ الْخَلْقَ بَعْدَہٗ مُفْتَقِرُوْنَ اِلٰی خَلِیْفَۃٍ مَفْرُوْضٌ عَلَیْھِمُ النَّظْرُ فِیْہِ. وَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ الثَّلَاثَۃِ کَالرَّابِعِ قَدْرًا وَعِلْمًا وَتُقًی وَدِیْنًا، فَانْعقدَتْ لَہُ الْبَیْعَۃ . وَلَوْلَا الْاِسْرَاعُ بِعَقْدِ الْبَیْعَۃِ لِعَلِیٍّ لَجَرٰی عَلٰی مَنْ بِھَا مِنَ الْاَوْبَاشِ مَا لَایُرْقَعُ خَرْقُہٗ . وَلٰکِنْ عَزَمَ عَلَیْہِ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ ، وَرَاٰی ذٰلِکَ فَرْضًا عَلَیْہِ ، فَانْقَادَ اِلَیْہِ .

(العواصم من القواصم ص ۱۴۲)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر فرما رکھا تھا جب وہ سامنے آ گیا، اُس کی تقدیر گزر کر رہی تو یہ بات (سامنے آئی اور) تسلیم کی گئی کہ حق یہ ہے کہ لوگوں کو بے سر انہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور مخلوقِ خدا اُن (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے بعد خلیفہ کی محتاج ہے اُسے غور وفکر کے بعد مقرر کرنا لوگوں پر فرض ہے۔ اور تینوں خلفاء راشدین کے بعد چوتھے خلیفہ (علیؓ) کی طرح مرتبہ، علم، تقوٰی اور دین میں کوئی اور نہ تھا اس لیے اِن کے ہی ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ اور اگر حضرت علیؓ سے عقدِ بیعت میں جلدی نہ کی جاتی تو مدینہ شریف میں جو اَوباش لوگ آ گئے وہ وہاں وہ تخریبی کارروائی کرتے جسے پیوند نہ لگایا جا سکتا۔ لیکن حضرت علیؓ پر مہاجرین وانصار نے شدید اِصرار کیا، اس لیے انہوں نے بات مان لی۔

اور ابن خلدون لکھتے ہیں :

ان باغیوں نے اہلِ مدینہ کو جمع کیا اور کہا کہ آپ لوگ اہل شوریٰ ہیں۔ آپ لوگوں کا حکم پوری اُمت پر چلتا ہے اِس لیے اب ''عقدِ امامت'' (تقرر خلیفہ) کرو ہم اس میں تمہاری پیروی کریں گے۔ ہم تمہیں دو دن کی مہلت دیتے ہیں اور اگر تم نے دو دن میں یہ کام انجام نہ دیا تو ہم فلاں فلاں اکابر کو قتل کر دیں گے۔ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے معذرت کی اور رُکے۔ اُن لوگوں نے آپ کو اسلام کے اس اہم کام کے لیے خدا کا خوف دلایا۔ آپ نے اُن سے اگلے دن کا وعدہ کرلیا۔ (تاریخ ابن خلدون۔ بیعۃ علی ص ۱۵۱ ج ۲)

ابن خلدون ہی نے لکھا ہے :

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرات مہاجرین و انصار حضرت علیؓ کے پاس آئے کہ بیعت کریں۔ انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا :

اَکُوْنُ وَزِیْرًا لَّکُمْ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ اَکُوْنَ اَمِیْرًا. وَمَنِ اخْتَرْتُمْ رَضِیْتُہٗ فَاَلَحُّوْا عَلَیْہِ وَقَالُوْا لَانَعْلَمُ اَحَقَّ مِنْکَ وَلَا نَخْتَارُ غَیْرَکَ حَتّٰی غَلَبُوْہُ فِیْ ذٰلِکَ فَخَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَبَایَعُوْہُ وَاَوَّلُ مَنْ بَایَعَہٗ طَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ بَعْدَ اَنْ خَیَّرَھُمَا. (ابن خلدون ص ۱۵۰ ج ۲)

میں آپ کا وزیر رہوں یہ بہتر ہوگا بہ نسبت اِس کے کہ امیر بنوں۔ آپ حضرات جسے بھی چن لیں گے میں برضا قبول کروں گا۔ اُن حضرات نے حضرت علیؓ ہی پر اِصرار کیا۔ کہنے لگے آپ سے زیادہ حقدار ہماری دانست میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سوا ہم کسی کو منتخب نہیں کریں گے حتّٰی کہ یہ حضرات گفتگو میں غالب آگئے تب آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اُن لوگوں نے بیعت کی، سب سے پہلے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے بیعت کی۔ حضرت علیؓ اِن دونوں حضرات سے اَمارت قبول کر لینے کی پہلے ہی درخواست کر چکے تھے۔

وَخَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَقَالَ ھٰذَا اَمْرُکُمْ لَیْسَ لِاَحَدٍ فِیْہِ حَقٌّ اِلَّا مَنْ اَرَدْتُّمْ وَقَدِ افْتَرَقْنَا اَمْسِ وَاَنَا کَارِہٌ فَاَبَیْتُمْ اِلَّا اَنْ اَکُوْنَ عَلَیْکُمْ فَقَالُوْا نَحْنُ عَلٰی مَاافْتَرَقْنَا عَلَیْہِ بِالْاَمْسِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ . (تاریخ ابن خلدون ص ۱۵۱ ج۲)

مسجد میں تشریف لے گئے اور فرمایا یہ معاملہ ایسا ہے کہ اِس میں تمہارے سوا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ کل جس وقت میں اور آپ الگ ہوئے تھے اُس وقت میں اپنے لیے خلافت ناپسند کر رہا تھا اور آپ کہہ رہے تھے کہ میں ہی تمہارا خلیفہ بنوں۔ یہ حضرات کہنے لگے کہ ہم اِسی بات پر قائم ہیں جس پر کل ہم رُخصت ہوئے۔ آپ نے فرمایا : اے اللہ تو گواہ رہ۔

غرض : عباسی صاحب کا یہ دعوی کہ اہل حل وعقد کی اکثریت نے بیعت نہیں کی تھی، بے تحقیق بات ہے۔ اپنے ذہن کی ایجاد ہے، ائمہ اہل سنت اِس کے قائل نہیں ہیں۔ مسلک اہلِ سُنّت وہی ہے جو تاریخ سے ہم نے لکھا ہے اور کتب فقہ ائمہ اربعہ میں موجود ہے۔ علماء کرام اَبواب البغاۃ ملاحظہ فرمائیں کہ سب ائمہ نے خلیفہ برحق کسے مانا ہے اور باغی کسے قرار دیا ہے۔ مسلمان باغیوں کے احکام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے اِرشادات ہی سے لیے گئے ہیں۔

بیعت ابن عمر رضی اللہ عنہما :

اَب رہا یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کیوں بیعت کی اور کیوں اہلِ مدینہ کے ساتھ مل کر نہیں توڑی بلکہ اِس کی مخالفت کی؟ تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کافی عرصہ قبل جان چکے تھے کہ یہ لوگ حکومت ہرگز نہیں چھوڑیں گے چاہے جو ہو جائے۔ وہ نہ اہل مدینہ کی رعایت کریں گے نہ اہل مکہ کی اور نہ حرمین کا احترام کریں گے اور اہل مدینہ بلا احترام جنگ نہیں جیت سکتے اِس لیے خونریزی فضول ہوگی جس سے بچنا چاہیے۔ ایسے ہی حالات دیکھ کر وہ بہت عرصہ قبل سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے تھے جس کی وجہ ایک واقعہ تھا جو اُن کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گزرا تھا۔ جس کی تفصیل میں عرض کرتا ہوں۔ مگر اِس سے پہلے اِس گفتگو کا پس منظر بھی جو آگے بحوالہ بُخاری شریف آنے والی ہے۔

بات یہ تھی کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بات دیکھ کر طے کیا تھا کہ ہم سب جہاد میں بھرپور حصہ لیں گے۔ انہوں نے پوری مملکت شام اور اُس سے آگے ترکی کا علاقہ بھی فتح کیا۔ اس لیے بنواُمیہ کا خیال یہ ہوگیا تھا کہ حکومت ہم زیادہ بہتر طرح کر سکتے ہیں۔ وہ خود کو اِس کا مستحق سمجھنے لگے تھے اور اِس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ اِس کے بعد حضرت ابن عمر و معاویہ رضی اللہ عنہم کا واقعہ نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے ابتدائی دور میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف تشریف لائے تو اُنہوں نے ابن عمرؓ سے تنہائی میں ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا تھا، مگر بڑے سخت الفاظ میں۔ بخاری شریف میں ہے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَنَوْسَاتُهَا تَنْطِفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَیْنَ فَلَمْ یُجْعَلْ لِّیْ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَاِنَّهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ وَاَخْشٰی اَنْ یَّكُوْنَ فِی احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰی ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعٰوِیَةُ قَالَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَكَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلْیُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهٗ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ مِنْهُ وَمِنْ اَبِیْهِ قَالَ حَبِیْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا اَجَبْتَهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَّلْتُ حَبْوَتِیْ وَهَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَاَبَاكَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَخَشِیْتُ اَنْ اَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَیْنَ الْجَمِیْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَیُحْمَلُ عَنِّیْ غَیْرُ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ فِی الْجِنَانِ قَالَ حَبِیْبٌ حَفِظْتَ وَعَصَمْتَ.

(بخاری شریف ص ۵۹۰ ج۲ باب غزوۃ الخندق)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ (اُم المؤمنین) کے پاس گیا، وہ سر دھوکر فارغ ہوئی تھیں، اُن کی لٹوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے کہا لوگوں کا معاملہ جو ہوا وہ آپ نے دیکھ ہی لیا ہے مجھے کوئی کام تفویض نہیں کیا گیا۔ وہ فرمانے لگیں کہ تم وہیں جاؤ وہ تمہارے انتظار میں ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اگر اُن کے پاس جانے سے رُکے رہے تو لوگوں میں افتراق پیدا ہوگا، اُنہوں نے (ان پر اتنا

اصرار فرمایا کہ) اِنہیں وہاں بھیج کر ہی چھوڑا۔

جب لوگ اِدھر اُدھر ہوگئے تو حضرت معاویہؓ نے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ جو کوئی اس کام میں (کارِ حکومت میں) بات کرنی چاہتا ہے تو وہ ہمارے سامنے اپنا سینگ نکالے (سر اٹھائے) یقیناً ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں، اس پر حبیب بن مسلمہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے انہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی کمر کا بند کھولا اور ارادہ کیا کہ اِن سے یہ کہوں کہ اس کام کا زیادہ حق دار تم سے وہ ہے کہ جس نے تم سے اور تمہارے والد سے اسلام کے لیے جہاد کیا تھا (لیکن بہن سے باتوں کے بعد) مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری زبان سے ایسی بات نہ نکل جائے جو جمع شدہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کردے اور خونریزی ہو اور جو میں کہوں وہ بات تو رہ جائے اور دوسری باتیں میری طرف منسوب ہوجائیں۔ اس پر میں نے یاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر و ایثار کرنے والوں کے ساتھ جو جنتوں میں وعدہ فرما رکھا ہے۔ حضرت حبیب نے فرمایا کہ آپ بچ گئے اور (ہر طرح) محفوظ رہے''۔ (بخاری شریف باب غزوۃ الخندق)

جب انہیں مشیر بھی نہ بنایا گیا اور بہن اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی رائے بھی ایسی ہی دیکھی کہ یکسو رہنا ہی بہتر ہے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ کے لیے سیاست و امارت اور مشاورت امیر وغیرہ سے دستبردار ہوگئے، ان کے بعد کے حالاتِ زندگی یہی بتلاتے ہیں۔ ادھر عام بنواُمیہ کا یہ رجحان بڑھتا ہی گیا، اور بعض اوقات تو اِس نے بہت بدنما شکل بھی اختیار کرلی کیونکہ حکام بنواُمیہ نے سیدنا حضرت معاویہؓ کے بعد یزید کے لیے جانشینی کی فضا ہموار کرنی شروع کردی تھی یہ اہل مدینہ کو پسند نہ تھا نہ وہ اِس کارروائی کو پسند کرتے تھے نہ یزید کو چاہتے تھے، مثلاً حدیث شریف میں آتا ہے :

كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اِسْتَعْمَلَهٗ مُعٰوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَبْنَ مُعٰوِيَةَ لِكَيْ يُبَايِعَ لَهٗ بَعْدَ اَبِيْهِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوْهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوْا (بخاری شریف ص ۷۱۵ ج ۲ تفسیر سورۃ الاحقاف)

''مروان حجاز پر حاکم تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسے وہاں کا عامل مقرر فرمادیا تھا، اُس نے خطبہ دیا تو یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تاکہ اُس کے والد کے بعد اس سے بیعت کرلی جائے، اِس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے اس سے کچھ فرمایا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اِسے پکڑو۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چلے گئے، یہ لوگ نہ پکڑ سکے''۔

اس کے علاوہ بھی اس نے بدزبانی کی، جو بخاری شریف کی اسی روایت میں ہے۔ غرض آل صدیق اکبرؓ اور آل عمر فاروقؓ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ رویہ تھا، یہ حالات حضرت ابن عمرؓ کے سامنے تھے اور جیسا کہ گزر چکا ہے وہ پہلے سے ہی نظروں میں آچکے تھے اس لیے اِن کا بیعت نہ ہونا مشکل تھا، سوائے اس کے کہ وہ بھی کہیں اور چلے جاتے اور چھپ جاتے۔ ایسا اُنہوں نے نہیں کیا۔

ان حالات میں آپ ہی بتائیں کہ صحابۂ کرام کا یزید کی امارت پر بیعت کرنا کیا اُس کے شرف کی وجہ سے ہے یا اُس کے فتنہ سے بچنے کے لیے ہے؟

اہل مدینہ کے قلوب میں یزید سے محبت نہ تھی اور اطلاعات ملنے کے بعد شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ اُنہوں نے بیعت فسخ کردی، اُس کے نائب اور اہل خاندان کو مدینہ پاک سے نکال دیا۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

وَاَمَّا مَافَعَلَهٗ بِاَهْلِ الْحَرَّةِ فَاِنَّهُمْ لَمَّا خَلَعُوْهُ وَاَخْرَجُوْا نُوَّابَهٗ وَعَشِيْرَتَهٗ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ يَطْلُبُ الطَّاعَةَ فَامْتَنَعُوْا فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ الْمُرِّيَّ وَاَمَرَهٗ اِذَا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ اَنْ يُّبِيْحَ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّهٰذَا هُوَ الَّذِىْ عَظَّمَ اِنْكَارُ النَّاسِ لَهٗ مِنْ فِعْلِ يَزِيْدَ وَلِهٰذَا قِيْلَ لِاَحْمَدَؒ اَنَكْتُبُ الْحَدِيْثَ عَنْ يَّزِيْدَ قَالَ لَا وَلَا كَرَامَةَ اَوَ لَيْسَ هُوَ الَّذِىْ فَعَلَ بِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَا فَعَلَ ! (منهاج السنة ص ۲۵۳ ج۲)

''رہا وہ جو اُس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا تو جب اہل مدینہ نے اسے حاکم ماننے کی بیعت فسخ کردی اور اُس کے نائبوں اور اہل خاندان کو مدینہ شریف سے نکال دیا تو اُس نے بار

بار ان کے پاس پیغام بھیجے کہ وہ اِس کی طاعت قبول کریں اور وہ اِس کی بات ماننے سے رُکے رہے۔ تو اس نے ان کے پاس مسلم بن عقبہ مرّی کو سالار جیش بنا کر روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ جب وہ اہل مدینہ پر غلبہ پالے تو مدینہ شریف کو تین دن قتل و غارتگری کے لیے اپنے لشکر والوں کے لیے مباح کر دے۔ اور یہی یزید کا وہ فعل ہے کہ جس نے اس پر لوگوں کے اعتراض کو بڑھا دیا۔ اسی لیے جب امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم یزید کی حدیث لکھ لیں تو اُنہوں نے فرمایا نہیں اور اِس سے حدیث لکھنا کوئی اچھی بات نہیں، کیا وہ وہی شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کیا کچھ کیا ہے!''

آپ کو اِن معتبر ترین حوالوں سے واضح طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ صحابۂ مدینہ منورہ کی بیعت سے اُسے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوئی اور جو کچھ اُس نے اہل مدینہ سے انتقام لینے کے لیے کارروائی کی وہ اُس کے لیے کلنگ کا ٹیکہ ہے جسے حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ الصدر نوعیت کی بیعت نہیں مٹا سکتی اور اہل مدینہ کی وجہ سے آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی ملاحظہ فرمالی تو کتاب الزہد میں اِن کا یزید کی تعریف کرنا اور اُس کا زہد نقل کرنا بعید از قیاس ہے۔ اُس کے لشکر نے مدینہ منورہ کے بعد مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی ،لڑائی جاری تھی کہ یزید کا انتقال ہو گیا۔ اِس جرم سے اُس کی توبہ ثابت نہیں ہے اس لیے بعض علماء نے اِسے فاسق کہا ہے اور بعض نے اس کی تکفیر تک کر دی ہے۔ حضرت نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کی جب موت واقع ہوئی تو اُس کے لشکروں نے حضرت ابن زبیرؓ (مکہ مکرمہ) کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ابن زبیرؓ نے یزید کی زندگی میں اپنی خلافت کا دعوٰی نہیں کیا تھا۔ جب یزید کی ربیع الاوّل ۶۴ھ میں موت ہوگئی تو لوگوں نے ابن زبیرؓ سے بیعت خلافت کی۔ حجاز میں ان کی خلافت قائم ہوگئی اور باقی علاقوں نے معٰویہ بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کی لیکن وہ تقریباً چالیس دن زندہ رہ کر انتقال کر گیا۔ تو پھر مملکت کے اکثر علاقوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت قبول کر لی۔ عراق، حجاز، یمن اور سارے مشرق کے علاقوں میں مصر اور شام کے تمام شہروں میں حتّٰی کہ دمشق (دارُالخلافہ) میں بھی اِن کی حکومت قائم ہوگئی۔ اِن کی بیعت قبول نہ کرنے والے تمام بنی اُمیہ تھے یا اُن کے ہم نوا۔ اور یہ فلسطین میں تھے اور ان سب نے مل کر مروان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی الخ (از فتح الباری ص ۵ ۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۹)

غرض یزید کی حرمین سے بدسلوکی کا اثر یہ ہوا کہ بنی اُمیہ کی حکومت رُوئے زمین سے ختم ہوگئی۔ دوبارہ مروان نے اِسے قائم کرنا شروع کیا لیکن صرف چھ ماہ بعد ۶۵ھ میں اُس کا انتقال ہوگیا پھر اُس کے بیٹے عبد الملک اور حجاج بن یوسف نے کوشش اور لڑائیاں شروع کیں حتّٰی کہ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں کامیاب ہوا۔ ابن زبیرؓ کو حجاج نے شہید کردیا اس لیے یزید کے مداح حجاج کی بھی تعریفیں کرتے ہیں کیونکہ اُس کی کمان میں دوبارہ بنواُمیہ کی حکومت قائم ہوئی۔

حامد میاں غفرلہٗ

۴/ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ ۲/ اگست ۱۹۸۴ء

جامعہ مدنیہ لاہور

بقیہ : درس حدیث

عین اُس وقت تو پریشانی تھی اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کسی کے کچھ، تو حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جناب اگر اپنا خلیفہ بنادیں تو اچھا ہو۔ تو فرمایا کہ اگر میں خلیفہ بنادوں تو پھر تو اُس کی اِطاعت فرض ہوگئی۔ اگر اِطاعت نہیں کروگے تو پھر عذاب نازل ہوگا خدا کی طرف سے، تو میرا خلیفہ بنانا بہتر نہیں ہے تمہارے حق میں۔ ہاں یہ ہے مَاحَدَّثَکُمْ حُذَیْفَةُ فَصَدِّقُوْہُ جو حذیفہؓ تم لوگوں کو بتلائیں تو تم اُنہیں کہنا یہ صحیح ہے اور مَا اَقْرَأَکُمْ عَبْدُ اللّٰہِ فَاقْرَءُ وْہُ جو عبداللہ بن مسعودؓ تمہیں پڑھائیں وہ تم پڑھو۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہم سب کے ساتھ رحم کا معاملہ فرمائے اور اِن کا ساتھ اپنے فضل سے عطا فرمائے۔ اختتامی دُعاء ....

اصلاحِ خواتین

شوہر سے متعلق عورتوں کی کوتاہیاں

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

شوہر کی غلطی اور بے جا غصہ اور ناراضگی کے وقت عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

ایک عورت نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خدمت میں لکھا کہ میرے شوہر صاحب مجھ سے کسی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں تو میں منت سماجت کر کے منا لیتی ہوں تب آرام ملتا ہے۔ لیکن بعض اَوقات اپنی غلطی دل کو نہیں لگتی (بلکہ اُن ہی کی غلطی ہوتی ہے) ایسے وقت معافی مانگنے کو جی نہیں چاہتا۔ حضرت اِرشاد فرمائیں کہ ایسے وقت کیا کروں؟

حضرت نے اِرشاد فرمایا : ''خواہ غلطی سمجھو یا نہ سمجھو ہر صورت میں اپنی غلطی کا اِقرار کر کے معافی مانگ کر شوہر سے پوچھ لیا کرو کہ غلطی ہے یا نہیں؟ اگر وہ غلطی بتلائیں تو عذر کر لیا کرو۔

(الغرض شوہر کی ناراضگی کے وقت) اُس کی خوشامد کر کے عذر معذرت کر کے جس طرح بنے اُس کو منا لو۔ چاہے تمہارا قصور نہ ہو شوہر ہی کا قصور ہو تب بھی ہاتھ جوڑ کر قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور اپنی عزت سمجھو۔

الغرض مرد کی واقعی غلطی اور بے جا غصہ کے وقت بھی زبان درازی نہ کرو۔ اُس وقت خاموش رہو اور جب اُس کا غصہ اُتر جائے تو دُوسرے وقت کہو کہ میں اُس وقت نہ بولی تھی اَب بتلاتی ہوں کہ آپ کی فلاں بات بے جا تھی یا زیادتی کی تھی۔ اِس طرح کرنے سے بات بھی نہ بڑھے گی اور مرد کے دل میں تمہاری قدر بھی ہوگی۔

اگر غصہ میں شوہر تم کو بُرا بھلا کہے تو تم برداشت کرو اور بالکل جواب نہ دو چاہے وہ کچھ کہے تم چپکی بیٹھی رہو۔ غصہ اُترنے کے بعد دیکھنا خود شرمندہ ہوگا اور پھر کبھی انشاء اللہ تم پر غصہ نہ ہوگا اور اگر تم بول اُٹھیں تو بات بڑھ جائے گی پھر نہ معلوم نوبت کہاں تک پہنچے۔ (بہشتی زیور ص ۴۱)

بدزبانی وزبان درازی کا مرض :

عورتوں میں قوتِ بیانیہ اور قوتِ استدلال نہیں ہوتی۔ مرد کے ساتھ جب اِن کی گفتگو ہوتی ہے وہ بے چارہ اِس سے رنج ہی اُٹھاتا ہے۔ وہ تو مناظرہ رشیدیہ کے قانون سے گفتگو کرتا ہے اور یہ اُلٹی سیدھی ہانکے چلی جاتی ہیں۔ بس زبان چلائے جائیں گی خواہ ایک بات بھی موقع کی نہ ہو۔ مرد بے چارہ اِن کی زبان زوری دیکھ کر خاموش ہو جاتا ہے مگر یہ کبھی خاموش نہیں ہوتیں۔ آخر یہ مناظرہ میں اِس پر غالب آجاتی ہیں۔ اگر محض بولنے بک بک کرنے کا نام مناظرہ ہے تو گدھا بڑا مناظر ہے۔

ہماری عورتوں میں ایک تھوڑی سی کسر ہے اگر وہ مٹ جائے تو یہ سچ مچ کی حوریں بن جائیں گی۔ وہ کسر کیا ہے؟ کہ اِن کی زبان نہایت خراب ہے۔ اِن کی زبان وہ اثر رکھتی ہے جیسے بچھو کا ڈنک، ذرا سی حرکت میں آدمی بلبلا جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے اِس کا خوب علاج کیا تھا۔ اُن سے ایک عورت نے شکایت کی کہ خاوند سے روز لڑائی رہتی ہے کوئی تعویذ ایسا دے دیجئے کہ لڑائی نہ ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک بوتل میں پانی لے آؤ میں پڑھ دُوں گا اِس سے لڑائی نہ ہوگی۔ وہ بوتل میں پانی لائی۔ اُنہوں نے اِس پر کچھ جھوٹ موٹ پڑھ دیا اور فرمایا کہ جب شوہر گھر میں آیا کرے تو اِس پانی کا ایک گھونٹ منہ میں لے کر بیٹھ جایا کرو پھر لڑائی نہ ہوگی۔ اُس نے ایسا ہی کیا، واقعی لڑائی ختم ہوگئی۔ پانی کا دَم کرنا تو نام کے واسطے تھا، اصل تدبیر یہ تھی کہ جب پانی منہ میں لے کر بیٹھ جائے گی تو زبان قینچی کی طرح نہ چلے گی۔ اور لڑائی ہوتی تھی اِس کی بدزبانی سے، اس لیے اُن بزرگ نے اِس کے بند کرنے کی یہ حکیمانہ تدبیر کی۔ اَب بھی عورتیں اگر کسی طرح منہ بند کرلیں تو واقعی کبھی لڑائی نہ ہو۔

لوگ آج کل اِس کے لیے تعویذ وغیرہ مانگتے پھرتے ہیں۔ سب واہیات (خرافات) ہیں۔ ہاں اگر کوئی یہ عمل کرائے جو اِن بزرگ نے کیا تھا تو اُس کو تو میں بھی کردُوں گا کہ بوتل میں پانی لائے اور جھوٹ موٹ پڑھ دُوں گا اور جب میاں بیوی کی لڑائی شروع ہو بیوی پانی کا ایک گھونٹ منہ میں لے کر بیٹھ جائے۔ اُن بزرگ کی تو چھو میں بھی کچھ اثر ہوگا یہاں چھو میں تو کچھ اثر ہے نہیں مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ لڑائی بند ہو جائے گی۔ خدا جانتا ہے یہ بے مثل علاج ہے، یہ تو حکمتِ عملی تھی۔

اور دَر اصل بات یہی ہے کہ عورتوں کی بدزبانی بگاڑ کی جڑ ہے۔ یہ عیب عورتوں سے نکل جائے تو یہ سچ مچ حوریں بن جائیں۔ (التبلیغ ص ۶۸/۷، وعظ کساء النساء)

عورتوں کو ضروری تنبیہ :

آج کل عورتوں کی حالت یہ ہے کہ یوں چاہتی ہیں کہ شوہر ہمارا غلام رہے۔ بس رات دن ہماری ہی عبادت کیا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا تو اِرشاد ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (میں نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے) لیکن عورتوں کا مسلک یہ ہے کہ وَمَا خَلَقَ الْاَزْوَاجَ اِلَّا لِیُطِیْعُوْنِ (شوہروں کو صرف اِس لیے پیدا کیا ہے تاکہ میری اطاعت کریں)۔ (الخضوع)

عورتوں کو چاہیے کہ شوہر کی اطاعت کیا کریں، اُس کا دل نہ دُکھایا کریں۔ آج کل عورتیں اِس کا ذرا بھی خیال نہیں کرتیں۔ وہ باہر سے دن بھر محنت اور مشقت اُٹھا کر گھر میں آرام کے واسطے آتا ہے۔ یہاں ایک محنت بیگم اِس غریب کو ستانے کے لیے موجود ہیں۔ کوئی بات نصیحت کی کہی تو ایک طعن (یا کوئی سخت کلمہ) بیچارے پر کس دیا۔ اور اگر کچھ تیز ہوا تو فرماتی ہیں کہ میں کسی کی لونڈی یا باندی تو نہیں جو مجھ کو ایسا ایسا کہتے ہو۔

خدا کے لیے شوہر کا دِل نہ دُکھایا کرو۔ اُس سے کوئی بڑی فرمائش نہ کیا کرو۔ اُس کی کسی بات کو رَد نہ کیا کرو (یعنی نافرمانی نہ کرو)۔ فرمائش اگر کوئی کیا کرو تو وقت دیکھا کرو آدمی کا دِل ہر وقت یکساں نہیں رہتا جب دیکھو کہ اِس وقت خاوند خوش ہے اُس وقت اَدب سے درخواست پیش کر دیا کرو۔

شوہروں کو حقیر نہ سمجھو :

اگر شوہر بے نمازی ہو اُس کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ عورتوں میں ایک مرض یہ بھی ہے کہ اگر وہ خود نماز روزہ کی پابند ہوتی ہیں اور شوہر اِن کو ایسا مل گیا جو آزاد ہے تو اُس کو وہ بہت حقیر سمجھتی ہیں اور اگر خاوند انگریزی پڑھا ہوا ہے پھر تو اُس کو وہ کافر اور اپنے آپ کو رابعہ بصری سے کم نہیں جانتیں۔ ہم نے مانا کہ وہ گنہگار ہے لیکن علماء سے مسئلہ تو پوچھو۔ دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔

اُس کے خاوند ہونے میں شبہ نہیں۔ اُس کے نکاح کے گواہ موجود ہیں۔ اُس کا شوہر ہونا معلوم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اُس کی اطاعت میں کوتاہی کرو۔ غرض زوجیت (یعنی بیوی ہونا) اطاعت کا سبب ہے۔ وہ ''یزید'' سہی مگر تمہارا تو وہ ''بایزید'' ہے تم کو نافرمانی کا کیا حق ہے۔

ہاں اگر وہ نماز روزہ سے منع کرتا ہے تو اُس میں اِس کی اطاعت نہ کرے۔ لیکن نماز روزہ سے مراد بھی فرض نماز روزہ ہے۔ نفل نماز روزہ سے اُس کی اطاعت مقدم ہے بلکہ فرائض کے متعلق بھی اگر وہ کہے کہ

ذرا ٹھہر کر پڑھ لو اور وقت میں گنجائش ہے تو مؤخر کر دینا چاہیے۔ ہاں اگر وقت مکروہ ہونے لگے تو اُس وقت اُس کا کہنا نہ مانے۔ البتہ اگر وہ صریح کفر وشرک کا اِرتکاب کرے اُس وقت کسی محقق عالم سے فتویٰ لے کر اُس سے جدا ہو جائے۔ باقی فسق تک جبکہ وہ تم کو فسق کا حکم نہ کرے اُس کی اطاعت کرو یہاں تک کہ اگر وہ یہ کہے کہ وظیفہ چھوڑ کر میری خدمت کرو تو وظیفہ (تسبیحات) چھوڑ دو۔ مگر تم تو سمجھتی ہوگی کہ اِس سے بزرگی میں فرق آجائے گا۔

اے عورتو! تم کو بزرگ بننا بھی نہ آیا۔ بزرگی تو شریعت کی اتباع کا نام ہے، رائے کی اتباع کو بزرگی نہیں کہتے۔ جب تم کو خاوند کی اطاعت کا شریعت نے حکم دیا ہے تو بس بزرگی اِسی میں ہے کہ اِن کی اطاعت کرو۔ (وعظ الخضوع ملحقہ حقیقت عبادت ص ۳۱۶)

شوہر کی سفر سے واپسی کے وقت عورتوں کی کوتاہی :

عورتوں میں ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب مرد سفر سے آئے تو اُس کی لیاقت یہ ہے کہ اِن کے واسطے کچھ سوغات (اِدھر اُدھر کے سامان وغیرہ) ضرور لے کر آئے اور جو رقم دے گیا تھا اُس کا حساب وکتاب کچھ نہ لے۔ اور اگر کوئی مرد حساب لیتا ہو کہ اِتنا دے گیا تھا وہ کہاں خرچ ہو گیا؟ تو اِس پر فتویٰ لگتا ہے کہ یہ مرد بہت بُرا ہے، ذرا ذرا سی چیز کا حساب لیتا ہے۔ بس اِن کے یہاں سب سے اچھا وہ، جو بالکل زن مرید (بیوی کا مرید) ہو، جو بیوی نے کہا فوراً پورا کر دیا اور رقم دے کر کچھ نہ پوچھے کہ تم نے کہاں خرچ کیا اور یہ ساری خرابی مال کی محبت کی بدولت ہے جو عورتوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ (اسباب الغفلۃ ص ۳۸۴)

شوہر کے مال میں تصرف :

عورتیں بعض دفعہ خاوند کے مال میں تصرف کرتے ہوئے یہ سمجھتی ہیں کہ وہ اجازت دے دے گا اور بعض دفعہ وہ خاموش بھی ہو جاتا ہے مگر بعض مرتبہ خوب خفا ہوتا ہے اور میاں بیوی میں خوب اچھی طرح تو تو میں میں ہوتی ہے۔ کانپور میں ایک دفعہ کسی بی بی نے مراد آباد کا حقہ ایک مدرسہ کے جلسہ میں عاریۃً دے دیا خاوند نے بے حد سختی کی۔ غرض جب تک اجازت صراحۃً نہ ہو یا ظن غالب نہ ہو اُس وقت تک عورتوں کو چندہ میں کچھ نہ دینا چاہیے۔

میں نے دیکھا ہے کہ عورتیں چندہ کے بارے میں بہت سخی ہوتی ہے۔ جہاں انہوں نے صدقہ کے

فضائل کسی وعظ میں سنے اور زیور نکالنا شروع کیا۔ یاد رکھو! جو زیور خاص تمہاری مِلک میں ہو اُس میں سے دینے کا تو مضائقہ نہیں مگر جو زیور شوہر نے محض پہننے کے لیے دیا ہو اُس کو چندہ میں دینا خاوند کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ یہ تفصیل اُس صورت میں ہے جبکہ خاوند کا مال دیا جائے۔ اور اگر خاص عورت ہی کا مال ہو تو اِس میں خاوند کی اجازت کی ضرورت نہیں مگر اُس سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی ایسی معمولی چیز ہو جس میں غالب احتمال اجازت کا ہو تو خیر کوئی حرج نہیں۔ (اسباب الغفلۃ ص ۳۸۷)

درس حدیث

کریم پارک اور ڈیفنس

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 5:00 بمقام بیت الحمد نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ میں اور ہر مہینے کے دُوسرے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 5:00 بمقام X-35 فیز III ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور میں مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔

خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ رابطہ نمبر : 042 - 7726702

042 - 5027139 - 0333 - 4300199

نوٹ : سفر کے درپیش ہونے کی بناء پر درس نہیں ہو سکے گا لہٰذا کسی بھی غیر متوقع زحمت سے بچنے کے لیے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے خواتین فون پر رابطہ کر کے درس حدیث کے انعقاد کی ضرور تصدیق کر لیا کریں۔ شکریہ

قسط : ۱۵

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمة اللہ علیہ ﴾

تحقیق اِس بات کی کہ جس عورت کے دُنیا میں کئی نکاح ہوئے وہ جنت میں کس خاوند کو ملے گی :

(۵۲) اَیُّمَا امْرَأَةٍ تُوُفِّیَ عَنْھَا زَوْجُھَا فَتَزَوَّجَتْ بَعْدَہٗ فَھِیَ لِاٰخِرِ اَزْوَاجِھَا

(رواہُ الطبرانی عن ابی الدرداء وصححہ السیوطی فی الجامع الصغیر)

''جو عورت کہ خاوند اُس کا مرجائے (اور وہ دُوسرا نکاح کرلے) سو وہ (جنت میں) اخیر خاوند کو ملے گی۔'' طبرانی نے اِس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

(۵۳) اَلْمَرْأَةُ لِاٰخِرِ اَزْوَاجِھَا. (رواہ الخطیب عن عائشةؓ وضعفہ السیوطی)

عورت (جنت میں) اخیر خاوند کو ملے گی (یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور خطیبؒ نے اِس کو ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیثیں یہاں اِس غرض سے لائی گئیں کہ حضرت فاطمہؓ پر اللہ نے یہ رحمت کی کہ پہلے ہی خاوند جناب سیدنا علیؓ کے نکاح میں وفات فرماگئیں اور یہ بڑا کمال (مگر غیر اختیاری) ہے اِس لیے گو بیوہ کو نکاح کرنا بعض صورتوں میں واجب اور بعض صورتوں میں بہتر ہے مگر جو عورت اعلیٰ درجے کی حیادار اور احکامِ شرعیہ کی پوری پابند ہوتی ہے اُس کو اِس اَمر کا کہ دُوسرے خاوند سے نکاح ہو بڑا رنج ہوتا ہے اور یہ امر طبعی اور ظاہر ہے اور حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا نکاح آپ کے بعد اَوروں کے ساتھ اِسی وجہ سے حرام کردیا گیا کہ جناب رسول مقبول ﷺ کو اِس اَمر سے رنج ہوگا۔ پس اگر کوئی بیوہ عورت محض اِس حیا اور پہلے خاوند کی محبت کی وجہ سے اور اُس سے جنت میں ملنے کے شوق میں بشرطیکہ کوئی شرعی مجبوری نہ ہو دُوسرا نکاح نہ کرے تو مضائقہ نہیں کہ کمالِ حیاء وکمالِ ایمان کی دلیل ہے مگر دُوسرے نکاح کو بُرا نہ سمجھے۔

بعض عورتیں باوجود ضرورتِ شرعی کے اور حاجتِ مرد کے دُوسرا نکاح نہیں کرتیں اور اُس کو بُرا سمجھتی ہیں اور خلافِ شرع کام کرتی ہیں خاوند نہ ہونے کی وجہ سے، سو ایسی عورتیں بہت برا کرتی ہیں اور بعضی صورتوں میں اُن کے اِیمان جاتے رہنے کا اندیشہ ہے، اُن کو بوقتِ حاجت ضرور نکاح کر لینا چاہیے۔ جناب رسول مقبول ﷺ کی ایک صاحبزادی کے اور حضرت اسماءؓ زوجۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تین تین نکاح ہوئے اور احیاء العلوم کی کتاب الاخلاق میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس عورت کے دُنیا میں چند نکاح ہوئے ہوں وہ جنت میں اُس خاوند کو ملے گی جس کی عادتیں اچھی ہوں گی۔ سو حافظ عراقی نے اِس کو ضعیف کہا ہے اور مضمونِ بالا کی حدیث صحیح ہے پس وہی معتبر اور معمول ہے **واللّٰہ تعالٰی اعلم ویؤیدہ ما فی تھذیب التھذیب ج ۱۲ ص ۴۶۵ و ۴۶۶ . قال ابو الزاھریة عن جبیر بن نفیرعن اُم الدرداءؓ فاقامت لابی الدرداء انك خطبتنی الی ابوی فی الدنیا فانکحونی وانی اخطبك الی نفسك فی الآخرة قال فلا تنکحی بعدی فخطبھا معاویةؓ فاخبرته بالذی کان فقال علیك بالصیام کانت تقیم ستة اشھر ببیت المقدس وستة اشھر بدمشق وکانت من العابدات.**

(۵۴) اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ وَابْنُ عَسَاکِرَ مِنْ طَرِیْقِ اَبِی الْمُنْذِرِ ھِشَامِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَضَاقَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ وَکَانَ عَطَاءُ ہٗ فِیْ کُلِّ سَنَةٍ مِّائَةُ اَلْفٍ فَحَبَسَھَا عَنْہُ مُعٰوِیَةُ فِیْ اِحْدَی السِّنِیْنَ فَاَضَاقَ اِضَاقَةً شَدِیْدَةً قَالَ فَدَعَوْتُ بِدَوَاۃٍ لِاَکْتُبَ اِلٰی مُعٰوِیَةَ لِاَذْکُرَہٗ نَفْسِیْ ثُمَّ اَمْسَکْتُ فَرَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِی الْمَنَامِ فَقَالَ کَیْفَ اَنْتَ یَاحَسَنُ فَقُلْتُ بِخَیْرٍ یَا اَبَتِ وَشَکَوْتُ اِلَیْہِ تَاَخُّرَ الْمَالِ عَنِّیْ فَقَالَ اَدَعَوْتَ بِدَوَاۃٍ لِتَکْتُبَ اِلٰی مَخْلُوْقٍ مِّثْلِكَ تُذْکِرَہٗ ذٰلِكَ فَقُلْتُ نَعَمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَکَیْفَ اَصْنَعُ فَقَالَ قُلْ اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَآءَ كَ وَاقْطَعْ رَجَآئِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَااَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَمَاضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ

اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ فَوَ اللّٰہِ مَا اَلْحَحْتُ بِہٖ اُسْبُوْعًا حَتّٰی بَعَثَ اِلَیَّ مُعٰوِیَۃُ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَۃِ اَلْفٍ فَقُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَایَنْسٰی مَنْ ذَکَرَہٗ وَلَایَخِیْبُ مَنْ دَعَاہُ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِی الْمَنَامِ فَقَالَ یَاحَسَنُ کَیْفَ اَنْتَ فَقُلْتُ بِخَیْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَحَدَّثْتُہٗ بِحَدِیْثِیْ فَقَالَ یَابُنَیَّ ھٰذَا مَنْ رَجَا الْخَالِقَ وَلَمْ یَرْجُ اِلَی الْمَخْلُوْقِ ۔ (کذا فی تاریخ الخلفاء)

بیہقی اور ابن عساکر محدثین نے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خرچ سے تنگ ہوئے اور اُن کا وظیفہ سالانہ ایک لاکھ (درہم یا دینار) تھا (یہ اُس زمانہ میں جبکہ اُنہوں نے سلطنت مسلمانوں کی خونریزی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی تھی اور یہ قصّہ طویل ہے نہ اِس کی نقل کا یہ موقع ہے) سو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سال وظیفۂ مذکورہ روک لیا اور نہ بھیجا پس خرچ کی سخت تکلیف ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوات منگائی تاکہ (حضرت) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھوں اور یاد دِلاؤں یہ بات، پھر میں رُک گیا۔ [1]

---

[1] غالبًا رُکنے کی وجہ کسی مخلوق سے رزق کی طلب مناسب نہ سمجھنا تھا جو ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اہل طریقت اِس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اللہ کے سوا کسی سے حتی المقدور آرزو اور فرمائش نہ کرے۔ اور آپ بہت بڑے سخی تھے، احیاء العلوم اور تاریخ الخلفاء میں مختلف حکایتیں آپ کے کمال سخاوت کی منقول ہیں مگر بعضے وقت تنگی میں انسان پریشان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ قصد کیا مگر خدائے تعالیٰ نے بچالیا اور اپنے محبوب نواسۂ محبوب کی شان عالی سے یہ بات گوارا نہ کی۔ بعض اوقات سخت مصائب اور تنگی کی وجہ سے بعضے انبیاءؑ سے بھی لغزشیں جو اُن کے درجے کے خلاف تھیں گو گناہ نہ تھیں واقع ہوگئی ہیں۔ ایسی ہی لغزش یہ بھی ہے اگرچہ بیت المال میں آپ کا حق بھی تھا لیکن تاہم اپنی جیسے مخلوق سے فرمائش نامناسب تھی۔ پس مناسب یہ ہے کہ جو معاملہ یکبار طے ہو گیا وہ اگر برابر چلے، چلنے دے، زیادہ درپے نہ ہو اِس لیے کہ اِس میں خالق اکبر پر بھروسہ میں نقصان معلوم ہوتا ہے اسباب کی طرف بقدر حاجت بہت کم توجہ ہونی چاہیے۔

پھر میں نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے حسن تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا، اچھا حال ہے اے بابا جان۔ اور میں نے شکایت کی آپ سے مال کے آنے میں دیر ہونے کی، سو فرمایا کیا تم نے دوات منگائی تھی تاکہ اپنی مثل مخلوق کو اپنا حال لکھو اور اپنی ذات (کا حال) یاد دلاؤ۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ (اور اِس امر کی رائے مبارک چونکہ نہیں ہے تو) پھر میں اور کیا (تدبیر) کروں (یعنی تنگی سخت ہے کوئی رہائی کی صورت تعلیم کیجیے) آپ نے یہ دُعاء تعلیم فرمائی اور کہا کہ کہو (اِس دُعاء پر لکیر کھینچ دی ہے جب پڑھے عربی میں پڑھے ترجمہ یہ ہے) اے اللہ ڈال دے میرے دل میں اپنی اُمید اور قطع کردے میری اُمید اپنے غیر سے یہاں تک کہ میں تیرے غیر سے اُمید نہ رکھوں اے اللہ، اور وہ چیز کہ اُس کے حاصل کرنے سے ضعیف ہو میری قوت اور کوتاہی کرے اُس سے میرا عمل اور نہ پہنچے اُس تک میری رغبت اور نہ پہنچے اُس پر میرا سوال (تجھ سے) اور نہ جاری ہو میری زبان پر اُس چیز سے کہ دیا تو نے کسی کو پہلوں اور پچھلوں سے (اور وہ) یقین (ہے عطا روزی و جمیع آرزوؤں کا) تو مجھ سے خاص کردے اُس یقین کے ساتھ اے پروردگار تمام جہانوں کے۔ فرمایا حضرت حسنؓ نے کہ خدا کی قسم میں اِس کو پورا ایک ہفتہ کثرت سے نہ پڑھنے پایا کہ امیر معاویہؓ نے پندرہ لاکھ بھیجے۔ سو میں نے کہا کہ حق تعریف اُس اللہ کو ہے جو نہیں چھوڑتا اُسے جو اُس کو یاد کرے اور نہیں گھاٹے میں رہتا وہ جو اُس سے دُعاء کرے۔ پھر میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا پس آپ ﷺ نے فرمایا اے حسن کیا حال ہے تمہارا؟ میں نے عرض کیا اچھا حال ہے یا رسول اللہ ﷺ اور میں نے اپنا قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے ایسا ہی ہوتا ہے جو خالق سے اُمید رکھے اور مخلوق سے نا اُمیدی رکھے''۔

واضح ہو کہ یہ فضل ہے اولاد فاطمہ ؓ کا کہ حق تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے اُن کا ذرا سا بھی دینی نقصان گوارا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے پھر تنگی بھی رفع کردی۔ یہ تعلیم نبوی ﷺ تھی اہل بیت کو، جب تو اُن کو

اِس قدر مراتب عُلیا میسر ہوئے، ایسے ایسے ذی کمال اولاد حضرت فاطمہؓ میں پیدا ہوئے۔

تنبیہ :

غرض اِس قصے سے یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سے رجوع کرے اُس کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ تمام جہاں اُس کے قبضے میں ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے جو اُس کا ہوگیا وہ بھی اُس کا ہوگیا۔ جس نے اُس پر بھروسہ کیا وہ اُس کو کافی ہوگیا۔ انسان کو ثابت قدم اور استقلال و استقامت سے رہنا چاہیے اور کیسی ہی سختی ہو خدا سے رہائی کا اُمیدوار رہے کہ نا اُمیدی کافروں کا کام ہے۔ اللہ سب آسان کردیتا ہے دیکھو ایک لاکھ کی جگہ پندرہ لاکھ بھیج دیے اور تنگی پر صبر کا ثواب جُدا ملا۔ اہل اللہ کا کام مصائب کا برداشت کرنا اور رضائے مولیٰ پر خوش رہنا ہے وہ رحیم وکریم اُن کا کفیل ہے کبھی ضائع نہ ہونے دے گا۔ ع

ہر سود و د آنکس کہ از درِ خویش برانده ‏ ‏ ‏ ‏ کانرا کہ بخواند ‏ بر درِ کس نداوند

فائدہ :

جس کسی کو رزق کی تنگی ہو اِس دُعاء کو پڑھے مگر کثرت سے پڑھے۔ اگر وضو ہو بہتر ورنہ بغیر وضو بھی دُرست ہے، انشاء اللہ تعالیٰ تنگی رفع ہو جائے گی۔ (جاری ہے)

✿ ✿ ✿

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین قسم کے لوگ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن کلام نہیں فرمائیں گے :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَایُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَایُزَکِّیْھِمْ ، قَالَ اَبُوْمُعَاوِیَۃَ وَلَایَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ ، وَمَلِکٌ کَذَّابٌ ، وَعَائِلٌ مُّسْتَکْبِرٌ .

(مسلم شریف ۱/۷۱ باب بیان غلظ تحریم الاسبال مشکٰوۃ ص ۴۳۳)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو کلام فرمائیں گے، نہ اُن کا تزکیہ فرمائیں گے، نہ اُن کی طرف (رحمت وعنایت کی نظر سے) دیکھیں گے، اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا، ایک زناکار بوڑھا، دُوسرا جھوٹا بادشاہ، تیسرا مفلس ونادار ہوکر تکبر کرنے والا۔

ف : حدیث پاک میں جو تین قسم کے لوگوں کے بارہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ اُن سے کلام کریں گے نہ اُن کا تزکیہ فرمائیں گے نہ اُن کی طرف نظرِ رحمت فرمائیں گے، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے غضب اور اُن کی ناراضگی سے کنایہ ہے چنانچہ جب کوئی کسی سے ناراض ہوتا ہے تو نہ اُس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے نہ اُس سے کلام کرنا پسند کرتا ہے۔

اس حدیث شریف میں جن تین بُرائیوں کے مرتکب اَفراد کے متعلق وعید بیان کی گئی ہے وہ بُرائیاں ہر حال میں مذموم اور مستوجبِ عذاب ہیں خواہ اِن بُرائیوں کا مرتکب کسی درجے کا کسی حیثیت کا اور کسی عمر کا آدمی ہو لیکن یہاں اِن بُرائیوں کے تعلق سے جن تین لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے اُن کے اعتبار سے اِن بُرائیوں کی قباحت وسنگینی اور بڑھ جاتی ہے مثلاً زنا ایک بہت بُرا فعل ہے اور جب یہ فعل جوان کے حق میں بھی بہت بڑا گناہ ہے جو طبعی طور پر ایک طرح سے معذور بھی ہوتا ہے تو ایک بوڑھے کے حق میں یہ فعل کہیں زیادہ بُرا ہوگا

کیونکہ نہ تو طبعی طور پر وہ اِس کی احتیاج رکھتا ہے اور نہ اُس کی طبیعت پر جنسی خواہشات اور قوت مردمی کا وہ غلبہ ہوتا ہے جو آدمی کو بسا اَوقات عقل وشعور سے بیگانہ اور خوفِ خداوندی سے غافل کر دیتا ہے۔لہٰذا جو بوڑھا زنا کا مرتکب ہوتا ہے وہ گویا اپنی نہایت بے حیائی اور خبثِ طبیعت پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح جھوٹ بولنا ہر شخص کے حق میں بُرا ہے لیکن بادشاہ کے حق میں بہت ہی بُرا ہے کیونکہ عام طور پر جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں وہ اِس بُرائی کا اِرتکاب اپنے کسی فائدہ کے حصول یا کسی نقصان کے دفعیہ کے لیے کرتے ہیں جبکہ ایک بادشاہ حاکم یہ مقصد بغیر جھوٹ بولے بھی حاصل کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اُس کا جھوٹ بولنا نہ صرف بے فائدہ بلکہ نہایت مذموم ہوگا۔

اِسی پر تکبر کو قیاس کر لیا جائے کہ جو چیزیں عام طور پر انسان کو غرور وتکبر میں مبتلا کرتی ہیں جیسے مال و دولت، جاہ واِقتدار وغیرہ، وہ اگر کسی شخص میں پائی جائیں اور وہ اِن چیزوں کی وجہ سے تکبر کرے تو اگرچہ اِس شخص کو بھی بُرا کہیں گے مگر اِس کا تکبر کرنا ایک طرح سے سمجھ میں بھی آتا ہے کہ اِسے وہ چیزیں حاصل ہیں جو تکبر کا موجب بنتی ہیں۔ اِس کے برخلاف اگر کوئی مفلس ونادار اور فقیر وقلاش تکبر کرے جو نہ تو مال ودولت رکھتا ہے اور نہ جاہ واِقتدار وغیرہ کا مالک ہے تو اُس کا یہ فعل نہایت ہی بُرا ہوگا اور اِس کے بارے میں اِس کے علاوہ اور کیا کہا جائے گا کہ وہ خبثِ باطن اور طبیعت کی کمینگی میں مبتلا ہے۔

حدیثِ پاک میں جو فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اُس کا تزکیہ نہیں فرمائیں گے اِس سے یا تو یہ مراد ہوسکتا ہے کہ اُس کی کسی طرح کی اچھائی اور تعریف نہ کریں گے اور یا یہ مراد ہوسکتا ہے کہ اپنے عفوو درگزر کے ذریعہ اُسے گناہوں سے پاک وصاف نہیں فرمائیں گے۔

تین چیزیں نجات دینے والی اور تین ہلاک کرنے والی ہیں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : ثَلٰثٌ مُّنْجِیَاتٌ وَّثَلَاثٌ مُّھْلِکَاتٌ. فَاَمَّاالْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَی اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ ، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسَّخَطِ، وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ. وَاَمَّاالْمُھْلِکَاتُ فَھَوًی مُّتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ وَھِیَ اَشَدُّھُنَّ .

(شعب الایمان للامام البیہقیؒ ، مشکوۃ ص ۴۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ رہیں وہ چیزیں جو نجات دینے والی ہیں اُن میں سے ایک تو ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنا ہے۔ دُوسری چیز خوشی و ناخوشی (ہرحال) میں حق بات کہنا ہے۔ تیسری چیز دولت مندی اور فقیری (دونوں حالتوں) میں میانہ رَوی اختیار کرنا ہے۔ اور جو چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اُن میں سے ایک تو خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جائے۔ دُوسری چیز حرص و بخل ہے جس کی اطاعت کی جائے۔ تیسری چیز آدمی کا اپنے پر گھمنڈ کرنا ہے اور یہ تیسری چیز اِن سب میں بدترین خصلت ہے۔

ف : ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انسان پر ہر حالت میں خواہ وہ جلوت میں ہو یا خلوت میں اور ہر حرکت و عمل کے وقت خدا کا خوف غالب رہنا چاہیے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ انسان کا ظاہر بھی خوف خدا کے احساس کا مظہر ہو اور اُس کا باطن بھی خوف خدا سے معمور ہو۔

نامۂ اعمال تین طرح کے ہیں :

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدَّ وَاوِیْنُ ثَلٰثَةٌ ، دِیْوَانٌ لَایَغْفِرُ اللّٰہُ ، اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَدِیْوَانٌ لَایَتْرُکُہُ اللّٰہُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَھُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُھُمْ مِّنْ بَعْضٍ، وَدِیْوَانٌ لَایَعْبَأُ اللّٰہُ بِہٖ، ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ اللّٰہِ فَذَاكَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَہٗ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْہُ.

(شعب الایمان للامام البیھقی، مشکوۃ ص ۴۳۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : دفاتر یعنی نامۂ اعمال تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ نامۂ اعمال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشیں گے اور یہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا گیا ہو (یعنی کفر و شرک کا گناہ جس نامۂ اعمال میں ہوگا اُس کی بخشش ممکن نہیں ہوگی) چنانچہ اللہ تعالیٰ

(خود) فرماتے ہیں کہ وہ شرک کو نہیں بخشیں گے۔ دُوسرا نامۂ اعمال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ یونہی نہیں چھوڑ دیں گے اور یہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں بندوں کے آپس کے مظالم درج ہیں یہاں تک کہ لوگ (اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق) ایک دُوسرے سے بدلہ لے لیں۔ اور تیسرا نامۂ اعمال وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو پروا نہیں ہوگی اور یہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں بندوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظلم کرنا (یعنی اِن کی طرف سے حقوق اللہ میں تقصیر و کوتاہی کا مرتکب ہونا) درج ہے۔ یہ اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو بندہ کو اُس کے عمل کے مطابق سزا دے اور چاہے تو اُس سے عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے۔

۞ ۞ ۞

قسط : ۲

اِجماعِ اُمت اور قیاسِ شرعی کے منکر

غیر مقلدین (اہلحدیثوں) سے چند سوالات

﴿ پروفیسر میاں محمد افضل، ساہیوال ﴾

بندہ کی یہ کاوش اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے تاکہ حنفی عوام اُن کے سوالوں کا جواب دینے کی بجائے اُن پر سوال کریں اور ہر سوال کا جواب قرآنِ پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دیکھے بغیر اُن کی جان بخشی نہ کریں۔ اِس سلسلہ میں بندہ نے کچھ آسان سے سوالات منتخب کیے ہیں تاکہ اُن لامذہبوں کا ناطقہ بند کیا جا سکے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ .

(۱) کیا قرآنِ پاک میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالترتیب وبالتفصیل موجود ہے؟ قرآنِ پاک کی صریح آیات پیش کریں۔

نوٹ : بالتفصیل سے مراد نماز کے شرائط، فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ، مستحبات، مباحات، مکروہات اور مفسدات ہیں۔ اِن میں سے ہر ایک کی تعریف اور تعداد بھی مطلوب ہے۔

(۲) صحاحِ ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ۔ اِن میں سے ہر کتاب سے نماز پڑھنے کا طریقہ بالترتیب وبالتفصیل دکھائیں۔

(۳) نماز میں کتنی چیزیں سنت مؤکدہ ہیں؟ نماز کے مستحبات کتنے ہیں؟ نیز اِن دونوں کی تعریف کسی صحیح صریح اور غیر معارض حدیث سے دکھلائیں؟

(۴) پانچوں نمازوں میں سے ہر ایک نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟ اُن میں سے فرائض، سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور نوافل کی تعیین کسی صحیح صریح اور غیر معارض حدیث سے دکھلائیں؟

(۵) تکبیر تحریمہ فرض ہے یا واجب؟ سنتِ مؤکدہ ہے یا مستحب؟ اِس کا حکم صراحۃً کسی آیت یا صحیح صریح اور غیر معارض حدیث سے دکھلائیں؟

(۶) امام کے لیے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے اور مقتدی کے لیے آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔ یہ مسئلہ کسی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث سے دکھلائیں؟

(۷) اکیلے نمازی کے لیے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے یا آہستہ آواز سے؟ کوئی آیت قرآنی یا صحیح صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۸) تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین فرض ہے یا سنتِ مؤکدہ؟ صحیح صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۹) تکبیر تحریمہ کے ساتھ اگر رفع یدین نہ کی جائے تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ؟ صحیح صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۰) تکبیر تحریمہ کے بعد سینہ پر ہاتھ باندھنا فرض ہے یا سنتِ مؤکدہ؟ صحیح صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۱) ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء پڑھنا آپ کے نزدیک فرض ہے یا واجب یا سنت؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۲) امام کے لیے ثناء آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے یا بلند آواز سے؟ کوئی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۳) اگر کوئی آدمی ثناء نہ پڑھے تو اُس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۴) اگر کوئی شخص ثناء کی جگہ التحیات پڑھ لے تو نماز دوبارہ پڑھے یا سجدہ سہو کرے؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۵) ثناء کے بعد تَعَوُّذْ (اعوذ باللّٰہ) پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۶) بعض غیر مقلد امام خود بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور مقتدی آہستہ پڑھتے ہیں کوئی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۷) کیا قرآنِ پاک میں کوئی ایسی صریح آیت موجود ہے کہ مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور باقی ۱۱۳سورتیں پڑھنا حرام ہے اور جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے۔

(۱۸) مقتدی کے لیے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اگر نہ پڑھے تو اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ بخاری یا مسلم شریف کی کوئی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۱۹) اکیلے نمازی کے لیے آمین آہستہ کہنا سنتِ مؤکدہ ہے۔کوئی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۰) حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے مقتدیوں کو چھ رکعتوں میں بآواز بلند اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہنے کا حکم دیا ہو۔ایک صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟ (چھ سے مراد مغرب کی پہلی دو،عشاء کی پہلی دو اور فجر کی دو رکعت مراد ہیں۔اور گیارہ سے ظہر اور عصر کی چار چار،مغرب کی آخری ایک اور عشاء کی آخری دو رکعات مراد ہیں)

(۲۱) اگر امام ظہر یا عصر کی نماز میں قراءت بلند آواز سے کرے تو اُس کی نماز فاسد ہوگی یا مکروہ؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۲) سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۳) رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفعِ یدین سنتِ مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۴) جو شخص رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرے اُس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۵) رکوع کی تکبیر امام کے لیے بلند آواز سے کہنا سنت ہے اور مقتدی کے لیے آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۶) رکوع کی تسبیحات امام اور مقتدی کے لیے آہستہ پڑھنا سنت ہے۔صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۷) اگر کوئی شخص رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ کوئی صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۸) اگر کوئی شخص رکوع کی تسبیحات بلند آواز سے پڑھ لے تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ؟ صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۲۹) رکوع سے کھڑے ہوکر قومہ میں ہاتھ باندھنا سنت ہے یا ہاتھ لٹکانا؟ کوئی صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۰) اگر کوئی شخص رکوع یا قومہ میں کچھ نہ پڑھے تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ؟ صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۱) قومہ میں دُعاء کی طرح ہاتھ اُٹھا کر قنوت پڑھنا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر سجدہ میں جانا اِس کے لیے کوئی صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۲) سجدہ کی تکبیر امام کے لیے بلند آواز سے سنت ہے اور مقتدی اور منفرد کے لیے آہستہ کہنا سنت ہے۔ کوئی صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۳) امام، منفرد اور مقتدی کے لیے سجدہ کی تسبیحات آہستہ پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ ایک صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۴) اگر سجدہ کی تسبیحات بلند آواز سے پڑھی جائیں تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ؟ ایک صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۵) دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے وقت امام کے لیے بلند آواز سے اور مقتدی کے لیے آہستہ آواز سے تکبیر کہنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۶) دوسری رکعت کے شروع میں رفعِ یدین کرنا منع اور حرام ہے۔ ایک صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۷) دو رکعت کے بعد قعدہ بیٹھنا فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ کوئی صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۸) پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ ایک صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۳۹) تیسری رکعت کے لیے اُٹھتے وقت امام کے لیے بلند آواز سے اور مقتدی اور منفرد کے لیے آہستہ آواز سے تکبیر کہنا سنتِ مؤکدہ ہے۔کوئی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۰) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے نماز باطل ہو جائے گی یا نہیں؟ ایک صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۱) سنن اور نوافل کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ ملانا جائز ہے یا ناجائز؟ کوئی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۲) چوتھی رکعت کے شروع میں رفعِ یدین کرنا منع اور حرام ہے۔کوئی صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۳) چوتھی رکعت کے بعد قعدہ بیٹھنا فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ ایک صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۴) آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا فرض ہے یا سنت؟ ایک صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۵) آخری قعدہ میں درود شریف آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے یا بلند آواز سے؟ ایک صحیح ، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۶) درود شریف کے بعد دُعاء پڑھنا فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ ایک صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۷) نماز کے آخر میں سلام پھیرنا فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا نفل؟ ایک صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۴۸) امام کے لیے سلام پھیرنا بلند آواز سے اور مقتدی کے لیے آہستہ آواز سے سنتِ مؤکدہ ہے۔ایک صحیح ،صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟ (باقی صفحہ ۵۹)

قسط : ۴

یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان حسینی ندوی ﴾

یہودیوں کی خونخواری :

بتاریخ ۱۶۹۸ء Sandomir پولینڈ میں :

ایک یہودی کو ایک عیسائی بچہ کے خون لینے کے اِلزام میں سزائے موت ہوئی۔

بتاریخ ۱۷۴۸ء Dumagrod پولینڈ میں :

ایک بچہ کو خون لے کر مارنے کے جرم میں متعدد یہودیوں کو سزائے موت دی گئی۔

بتاریخ ۱۷۵۳ء Pavolochi پولینڈ میں :

Episcopal کی عدالت نے ایک بچہ کا خون لے کر مارنے کے جرم میں متعدد یہودیوں کو سزائے موت دی۔ اِسی سال تین سال کے ایک بچہ کے ساتھ اِسی جرم کے نتیجہ میں دیگر متعدد یہودی مارے گئے۔

بتاریخ ۱۸۲۳ء Valisob رُوس میں :

ڈھائی سال کا ایک بچہ یہودی تہوار کے موقع پر غائب ہوگیا۔ ایک ہفتہ کے بعد شہر کے قریب گندے پانی میں اُس کی لاش ملی۔ لاش کو دیکھا گیا تو تیز دھار والی کیلوں سے جسم کے مختلف حصوں کو زخمی کیا گیا تھا، جسم میں ایک قطرۂ خون بھی نہ چھوڑا گیا کیونکہ کپڑے پہنانے سے پہلے جسم کو دھویا گیا تھا۔ تین رُوسی عورتیں جنہوں نے جلد ہی یہودی مذہب اختیار کیا تھا اِس کا اقرار کیا کہ یہودیوں نے اِنہیں مقدس مذہبی مقاصد کے لیے بچہ کو اغوا کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ اُنہوں نے تفتیش کمیٹی کے سامنے تفصیل سے بتایا کہ یہودیوں نے بچہ کو زندہ میز پر لٹا کر اُس کو تیز کیلوں سے کچوکے دینا شروع کیے اور وہ لطف لے رہے تھے۔ اُس کا خون بہنا شروع ہوا جس کو انہوں نے تین شیشیوں میں جمع کر کے مذہبی کارندوں کے حوالہ کر دیا۔ عدالت نے انہیں مجرم قرار دیا لیکن یہودیوں نے ہائی کورٹ کے ججوں کو رشوت دے کر اُلٹا گواہ عورتوں کو پھنسوا دیا اور انہیں جلاوطن کروا دیا۔

بتاریخ ۱۸۳۱ء St.PetersBurg بروسیا میں :

ایک بچی کی لاش ملی جس کا باپ آفیسر تھا۔ جرم یہودیوں کا ثابت ہوا۔ پانچ ججز کے پینل میں سے چار نے سزائے موت کا فیصلہ کیا، ایک جج نے اتفاق نہیں کیا۔ پھر اُنہیں سائبریا جلاوطن کر دیا گیا۔

بتاریخ ۱۸۵۲ء رُوس میں :

ماہِ دسمبر ۱۹۸۲ء میں ایک دس سالہ بچہ اور جنوری ۱۹۸۳ء میں ایک گیارہ سالہ بچہ غائب ہو گیا۔ تحقیق و جستجو کے بعد اُن کی لاشیں ''فولجا'' ندی کے ایک کنارہ پر ملیں۔ اُن کے خون کا آخری قطرہ بھی نکال لیا گیا تھا۔ دو یہودیوں ''شیورمین'' اور ''زورلوف'' پر مقدمہ چلا اور اُنہیں ۱۸؍سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ قید کے دوران کانوں میں کام کرتے ہوئے دونوں کی موت ہو گئی۔

بتاریخ ۱۸۸۰ء Smyrna اِٹلی میں :

لوگوں نے ایک بچہ کی خون نکلی ہوئی لاش یہودیوں کے تہوار کے موقع پر ملنے کے ردّعمل میں بہت سے یہودیوں کو ذبح کیا۔

بتاریخ ۱۸۸۲ء Tisza Eszlar ہنگری میں :

یہودیوں نے ایک ۱۴؍سالہ عیسائی لڑکی کو اغوا کیا۔ تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ ایک یہودی بچی نے اُس کی ماں کو اُسے اپنے گھر بلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہاں سے چند یہودی اُسے کلیسا لے کر گئے تھے اور ایک یہودی لڑکے نے گواہی دی کہ اُس نے کلیسا کے دروازے پر اُس لڑکی کو ذبح ہوتے دیکھا۔ اُس کا خون ایک بالٹی میں جمع کیا گیا۔ کئی یہودیوں نے اِقرارِ جرم کیا کہ اُنہوں نے اپنے مذہبی تہوار کے لیے اُس کا خون لیا تھا۔ جرم چھپانے اور سزا سے بچنے کے لیے یہودیوں نے بے دریغ مال کا استعمال کیا۔

(۱) پولیس والوں کو رشوت دی اور اُن کے قرضے ادا کیے (۲) عدالت سے فائلوں کی چوری کروائی (۳) لڑکی کی ماں کو بڑی رشوت دے کر اُس کا بیان بدلوایا (۴) کلیسا کے دروازے کے تالہ اور چابی کو تبدیل کیا (۵) یہ پروپیگنڈہ کیا کہ لڑکی گھر سے بھاگ کر ڈوب گئی تھی اور ایک یہودی لڑکی کی لاش اِس مذبوح لڑکی کے کپڑے پہنا کر لائے کہ یہ تالاب میں ڈوب کر مرگئی تھی (۶) کروڑ پتی یہودی روت شیلڈ کے

نمائندہ گولڈ اِسمتھ نے کیس میں مداخلت کی اور ہنگری کے وزیر انصاف سے مل کر کیس کو دبوا دیا۔

اس طرح یہودیوں نے عدالت کے فیصلہ اور سزا سے اپنے کو بچالیا۔

بتاریخ ۱۸۹۱ء Xantev بروسیا میں :

ہیگ مین ہیجمان نامی ایک بچہ ذبح شدہ پایا گیا اور یہ جرم ثابت ہوگیا کہ یہودی مذہبی مراسم کے لیے اِس کا خون نکالا گیا لیکن جب چند یہودیوں کو گرفتار کیا گیا تو یہودی وزیر انصاف Schelling نے مداخلت کرکے یہودیوں کو بَری کردیا۔

بتاریخ ۱۸۹۹ء Polna بوہیمیا میں :

ایک ۱۸ سالہ لڑکی ''ہروزا'' نامی مقتول پائی گئی۔ نہ اُس کے جسم میں خون تھا نہ اِردگرد۔ تین اشخاص نے گواہی دی کہ ''ہلسز'' یہودی اپنے دوساتھیوں کے ساتھ لاش کی جگہ پر دیکھا گیا۔ ہلسز گرفتار ہوا، اُس نے اقرار کیا۔ فیصلہ تینوں کی سزائے موت کا ہوا لیکن پھر یہودی مال و رشوت نے اپنا کام دکھایا اور تاحیات قید کا حکم صادر ہوا۔

بتاریخ ۱۹۰۰ء Konita مغربی بروسیا میں :

ایک ۱۹ سالہ ''ونٹر'' نامی نوجوان اِس حالت میں مقتول ملا کہ اُس کے جسم کے ٹکڑے اِدھر اُدھر پڑے تھے۔ جرم یہودیوں کا ثابت ہوگیا اور یہ معلوم ہوا کہ رات میں چند یہودیوں نے یہ حرکتِ مجرمانہ کی اور صبح فرار ہوگئے۔ اُس کے نتیجہ میں انتقام کی ایک لہر چل پڑی اور بہت سے یہودی مارے گئے۔ اِس کا تذکرہ یہودی انسائیکلو پیڈیا میں ڈھائی صفحات میں کیا گیا ہے۔

بتاریخ ۱۹۱۱ء Kiev رُوس میں :

ایک ۱۳ سالہ لڑکے ''جوتھنکی'' کی لاش ایک یہودی کارخانہ کے قریب ملی۔ جسم پر متعدد زخم تھے لیکن جسم میں اور اِردگرد خون نہ تھا۔ میڈیکل تحقیق سے معلوم ہوا کہ گردن اور کنپٹیوں پر زخم کرکے خون نکالا گیا، یہاں تک کہ پھیپھڑوں اور گُردوں میں بھی گہرا زخم دے کر ایک ایک قطرہ خون کا نکال لیا گیا۔ متعدد یہودی مع کارخانہ کے مالک Beliss گرفتار کیے گئے، لمبا مقدمہ چلا۔ اِس دوران اُن دو لڑکیوں کو جو مقدمہ میں

اصل گواہ تھیں ''کراسووسکی'' نامی یہودی نے زہریلی مٹھائی کھلاکر ماردیا، پھر یہودیوں نے لڑکیوں کی والدہ کو رِشوت دے کر چپ کرانا چاہا، کارخانہ کا مالک Beliss جیل میں رہا۔ اُدھر کمیونسٹ انقلاب برپا ہو گیا تو یہودیوں نے اُس کو رہا کرلیا اور وہ امریکا فرار ہوگیا جہاں اُس کا ۱۹۳۴ء میں انتقال ہوا، تو ایک یہودی ہیرو کی طرح اُس کا جنازہ اُٹھایا گیا، جہاں تک جج، وکیل، ڈاکٹر، پادری اور دیگر افراد کا تعلق ہے جو مقدمہ سے متعلق تھے اُنہیں ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے ابتدائی ایام میں یہودیوں نے ماردیا۔

بتاریخ ۱۹۲۸ء Gladbeck جرمنی میں :

ایک نوجوان ۲۰ رسالہ مقتول ملا، جسم میں خون نہ تھا، نہ لاش کی جگہ پر خون کا نشان تھا، متعدد یہودیوں کی گرفتاری عمل میں لائی گئی، لیکن یہودی ڈائریکٹر پولیس نے اِنہیں بری کردیا۔

بتاریخ ۱۹۲۹ء Manau جرمنی میں :

ایک ۱۷ رسالہ نوجوان ''کسلر'' نامی اِس حالت میں مقتول پایا گیا کہ اُس کی گردن کی رگ گہرا زخم لگا کر کاٹی گئی تھی، ڈاکٹروں نے پہلے یہ کہا کہ یہ یہودیوں کی حرکت ہے، یہ طریقۂ واردات اُنہیں کا ہے، لیکن یہودی رشوت نے جب اُن کے ضمیر خرید لئے تو بیان بدل دیا گیا اور کہا گیا کہ کسی درخت کے تنے یا بیل کی سینگ کی ٹکر سے یہ زخم لگا ہے۔

بتاریخ ۱۹۳۲ء Paderborn جرمنی میں :

''کامیر'' نامی ایک عیسائی لڑکی مائیر نامی یہودی قصاب کے ہاں کام کرتی تھی، اُس کے مائیر کے لڑکے ''کیرتھ'' کے درمیان جنسی تعلقات ہوگئے، لڑکی حاملہ ہوگئی، اور اُس نے یہودی نوجوان سے شادی کا مطالبہ کیا، یہودیوں کے Purim تہوار کے موقع پر لڑکی غائب ہوگئی، بعد میں اُس کے جسم کے ٹکڑے مختلف مقامات سے ملے، یہودی مجرم اور اُس کا بیٹا دونوں پکڑے گئے، لیکن یہودی رشوت کا یہ اثر ہوا، کہ عدالت نے اُس یہودی کو پاگلوں کے ہسپتال بھیج دیا اور لڑکے کو پندرہ سال جیل ہوئی۔

یہ وہ جرائم تھے جو یوروپ میں ہوئے، مشرقی یورپ اور مشرق وسطیٰ میں یہودیوں کے اِس طرح کے جرائم کا مختصر ریکارڈ کچھ اِس طرح ہے۔ (جاری ہے) ✿ ✿ ✿

دینی مسائل

﴿ کافروں کے نکاح کا بیان ﴾

مسئلہ : کافر لوگ اپنے اپنے مذہب کے اعتبار سے جس طریقہ سے نکاح کرتے ہوں شریعت اُس کو بھی معتبر رکھتی ہے اور اگر وہ دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو اَب نکاح دہرانے کی کچھ ضرورت نہیں ،وہی نکاح اَب بھی باقی ہے۔

کافر زوجین جب دونوں یا اُن میں سے ایک مسلمان ہو جائے :

مسئلہ : اگر دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعینہٖ قائم رہتا ہے۔

مسئلہ : اگر اِن میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اُس کے دو جزو ہیں :

1. پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے۔ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسی ہو تو اُس میں یہ تفصیل ہے :

ا۔ یہ واقعہ دارُالاسلام کا ہے تو قاضی اُس کی بیوی پر اِسلام پیش کرے۔ وہ بھی اِسلام قبول کر لے تو نکاح بحالہٖ قائم رہے گا اور اگر وہ اِسلام قبول کرنے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے

ب۔ اور اگر یہ واقعہ کسی کافر ملک یعنی دارُالحرب کا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گزر جانا یا حیض نہ آتے ہوں تو تین ماہ گزر جانا یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہونا ہی اِسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے ۔یعنی اگر عورت اِسلام قبول نہ کرے اور تین حیض اِسی حالت پر گزر جائیں یا حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ گزر جائیں یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے تو نکاح ختم ہو جائے گا۔

ج۔ اگر ایک دارُالاسلام میں ہے اور دُوسرا دارُالحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر نکاح خودبخود ختم ہو جائے گا۔

2. دُوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی۔ اِس کا حکم یہ ہے کہ :

ا۔ اگر واقعہ دارُالاسلام کا ہے تو قاضی اِس کے خاوند پر اِسلام پیش کرے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر اِسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی اُن دونوں میں تفریق کردے جو ایک طلاق شمار ہوگی۔

ب۔ اور اگر یہ واقعہ دارُالحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گزر جانا ہی انکارِ اِسلام کے مترادف ہوگا اور تین حیض گزر جانے کے بعد عورت کا نکاح ختم ہو جائے گا۔

ج۔ اگر ایک دارُالاسلام میں ہو اور دُوسرا دارُالحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔

زوجین میں سے ایک کے اِسلام قبول کرنے کی صورت میں عدت کا حکم :

اگر زوجہ وشوہر دونوں دارُالاسلام میں ہوں اور اِسلام کی پیشکش کے بعد تفریق کی گئی ہو تو بالاتفاق عدت واجب ہے اور اگر دارُالحرب میں عورت مسلمان ہوئی ہو تو انکارِ اِسلام کے قائم مقام تین حیص گزرنے کے بعد عورت کو عدت کے تین حیض مزید گزارنے ہوں گے۔

بقیہ : اجماعِ اُمت اور قیاسِ شرعی کے منکر

(۴۹) کیا نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے؟ ایک صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

(۵۰) مسواک کرنا وضو میں سنت ہے یا وضو کے بعد یا نماز کے وقت۔ ایک صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پیش کریں؟

مذکورہ بالا تمام سوالات نماز سے متعلق ہیں۔ اَب کچھ سوالات دوسرے موضوعات پر تحریر کیے جاتے ہیں۔ فَتَدَبَّرْ (جاری ہے)

عالمی خبریں

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اِس صدی کے آخر تک یورپ میں مسلمانوں کی اکثریت ہوجائیگی : یورپی ماہرین

لندن (نیٹ نیوز) ماہرین کا کہنا ہے کہ اِسلام یورپ میں سب سے زیادہ غالب مذہب بننے کے راستے پر تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ سرِ دست تحقیقاتی سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ برطانیہ میں چرچ جانے والوں کی تعداد تیزی سے گھٹ رہی ہے اور سارے مغربی یورپ کی صورتحال بھی یہی ہے۔ برطانوی پالیسی ساز اِدارے کرسچن ریسرچ کے مطابق اگلے 15 برس میں برطانیہ کے تقریباً 4000 چرچ بند کردیے جائیں گے۔ چند ماہرین نے پیش قیاسی کی ہے کہ اِس صدی کے ختم ہونے تک مسلم تارکینِ وطن یورپ کی غالب آبادی میں تبدیل ہوجائیں گے۔ جنوری میں اِسلام آرکائیوز سنٹرل انسٹیٹیوٹ نے یہ تخمینہ پیش کیا کہ مسلمان 2046ء تک جرمنی کی اکثریتی آبادی بن جائیں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت 5 مارچ 2007ء)

ایسی آزادی پر ہزار بار لعنت

جرمنی میں سگے بہن بھائی نے چار بچے پیدا کر لیے

برلن (بی بی سی) جرمنی میں بہن بھائی پر مشتمل جوڑا ایک دُوسرے کی محبت میں گرفتار ہے۔ وہ اکٹھے زندگی گزار رہے ہیں اور ایک ہی فلیٹ میں رہتے ہوئے چار بچے بھی پیدا کر چکے ہیں۔ تیس سالہ پیٹرک اور بائیس سالہ سوسن بہن بھائی کی شادی کی ممانعت کے قانون منسوخ کرانے کے لیے عدالت میں چلا گیا ہے۔ ان کی اپیل پر چند ماہ کے اندر فیصلہ متوقع ہے۔ اِس جوڑے اور اِس کے وکلاء کو اُمید ہے کہ وہ یہ قانون ختم کرانے میں کامیاب ہوجائیں گے جبکہ فرانس میں پہلے ایسا ہو چکا ہے۔

پیٹرک ایک بیروزگار تالہ ساز ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں لوگوں سے متفق نہیں کہ ہم کوئی جرم کررہے ہیں۔ ہم عام آدمیوں کی طرح ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ ہم ایک خاندان چاہتے ہیں کیونکہ ہمارا خاندان بکھر چکا ہے۔ اِس کے بعد ہی میں اور سوسن ایک دُوسرے کے قریب آئے۔ پیٹرک بچپن ہی سے

خاندان سے بچھڑ گیا، وہ یتیم خانے میں پلا بڑھا۔ 23 سال کی عمر میں وہ اپنی ماں تک پہنچا تو اُس نے پہلی بار اپنی بہن سوسن کو دیکھا۔ اُن کے مطابق ماں کی موت کے بعد وہ ایک دُوسرے کی محبت میں گرفتار ہوگئے جس کے بعد چار بچے پیدا کیے مگر وہ کہتے ہیں کہ اِنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ سوسن کہتی ہے کہ حکام ہمیں تنہا چھوڑ دیں تاکہ ہم خاندان کے ساتھ رہ سکیں۔ اُن کے بچے معذور ہیں اور بڑے بیٹے ایرک کو ایک خاندان کی تحویل میں دے دیا گیا ہے جسے مرگی کے دورے پڑتے ہیں۔ دُوسرے دو بچے بھی اِن سے الگ رکھے گئے ہیں اور صرف چھوٹی بچی صوفیہ اِن کے ساتھ ہے۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ انتہائی قریبی رشتہ داروں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرمنی میں 1871ء کے قانون کے مطابق انتہائی قریبی رشتہ داروں میں قریبی جنسی تعلقات جرم ہے جبکہ جوڑے کا وکیل اِس قانون کو فرسودہ قرار دیتا ہے۔ اِس حوالے سے جرمنی کے میڈیا میں بڑی گرما گرم بحث بھی چھڑ گئی ہے۔ دانشور اور مفکر اِس قسم کے قانون کو دُرست قرار دے رہے ہیں جو قدیم روایات پر مبنی ہے۔ پیٹرک نے تین برس قبل نس بندی کرالی تھی اور جرمن قانون کے مطابق اب وہ جوڑے کی تعریف سے خارج ہوگئے ہیں کیونکہ وہ بچے پیدا نہیں کر سکتے۔ (روزنامہ نوائے وقت 8 مارچ 2007ء)

تنگ نظری۔۔۔۔۔ ''یہ ہے برطانیہ''

لندن (بی بی سی نیوز) برطانوی فوج میں خدمات انجام دینے والے دولت مشترکہ کے فوجیوں نے نسلی تعصب کے خلاف یونین قائم کرلی۔ یونین قائم کرنے والے مارلون کلینسی نے 1999ء میں فوج جوائن کی۔ کلینسی کے مطابق اُس کے فوج جوائن کرنے کے بعد ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ اُس پر نسلی تعصب کے فقرے نہ کسے جاتے ہوں۔ اکثر بعض اَوقات اِس حد تک پہنچ جاتے کہ فقرے کستے ہوئے کہتے کہ ہم اِس جہنمی کو جلادیں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت 8 مارچ 2007ء)

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۵ رفروری کو محترم حافظ رشید احمد صاحب کراچی سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور مہتمم جامعہ حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب سے ملاقات کی۔

۱۶ ر مارچ کو محترم میاں آصف صاحب اور محترم چوہدری اشرف صاحب انگلینڈ سے تشریف لائے اور جامعہ مدنیہ جدید میں نماز جمعہ پڑھی، بعد ازاں تعلیمی اور تعمیری احوال پر مسرت کا اظہار کیا۔

۱۸ ر مارچ کو بعد از نماز ظہر مولانا زبیر صاحب ایبٹ آباد سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔ بعد از نمازِ عصر جناب چوہدری سعید صاحب اور جناب حافظ مجاہد صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ حضرت مہتمم صاحب سے تعلیمی اور تعمیری احوال پر گفتگو ہوئی۔

۱۹ ر مارچ کو سورج گرہن کے موقع پر جامعہ مدنیہ جدید کے اساتذہ وطلباء نے صلوٰۃِ کسوف پڑھی۔

۲۳ ر مارچ کو کراچی سے محترم حافظ فرید احمد صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جمعہ کی نماز جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں پڑھی۔ جامعہ کی تعلیمی وتعمیراتی ترقی پر خوشی کا اِظہار کیا۔

۲۳ ر مارچ کو حضرت مہتمم صاحب جناب عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم کے صاحبزادے جناب حمود الرحمٰن صاحب کا بعد عصر نکاح پڑھانے کے لیے جامع مسجد نیلا گنبد تشریف لے گئے۔

۲۴ ر مارچ کو کراچی سے محترم حافظ تنویر احمد صاحب تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔ اگلے دن ۲۵ ر مارچ کو بعد عصر جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ خانقاہِ حامدیہ میں مجلس ذکر اور درسِ حدیث میں شرکت کی، بعد ازاں رات کے کھانے کے بعد واپسی ہوئی۔

۲۵ ر مارچ کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب صفہ ٹرسٹ لاہور کی آٹھویں سالانہ تقریب میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے اور حاضرین کی کثیر تعداد سے ''اصل عزت اللہ، اللہ کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے'' کے موضوع پر بیان فرمایا۔ اسی دن ظہر کے وقت محترم حافظ فہیم الدین صاحب کراچی سے

جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ جامعہ کے احوال کا معائنہ کیا اور خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

۲۷؍ مارچ کو بعد از نماز ظہر محترم محمد خالد صاحب کراچی سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ مسجد حامد کی تعمیرات اور دیگر تعمیری احوال کا مشاہدہ کیا اور تعلیمی ماحول کو دیکھ کر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ دوپہر کا کھانا تناول کرنے کے بعد آرام کیا اور بعد عصر خانقاہِ حامدیہ میں حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی، چائے کی مجلس کے بعد واپسی ہوئی۔

✡ ✡ ✡

انتقال پُرملال

جناب حافظ جمال صاحب کی دادی اور حاجی گلزار صاحب کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال فرما گئیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر بلند درجات سے نوازے اور اُن کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرایا گیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 092 - 42 - 5330310 - 092 - 42 - 5330311

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 092 - 42 - 7726702 - 092 - 42 - 7703662

موبائل نمبر 0333 - 4249301

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)